النور

یو۔ ایس۔ اے

فروری

2004

مصلح موعودؓ نمبر

Al-Masjid Baet-ul-Jaamay, Chicago, Illinois

يُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ (القرآن 1265)

النـــور

فروری 2004

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیّتی اور ادبی مجلّہ

نگرانِ اعلیٰ : ڈاکٹر احسان اللہ ظفر
امیر جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے

مدیرِ اعلیٰ : ڈاکٹر نصیر احمد

مدیران : ناصر احمد جمیل
عمران حیّ

ادارتی مشیر : محمد ظفر اللہ ہنجرا

معاونین : امجد ایم احمد
منصورہ منہاس

پرنٹرز : فضلِ عمر پریس ایتھنز اوہائیو

لکھنے کا پتہ : Editors: Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

فہرست

اَللّٰهُ

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ

لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ

مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ

مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ

وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۝

(البقرہ 256)

اللہ وہ (ذات) ہے جس کے سوا پرستش کا (اور) کوئی مستحق نہیں۔ کامل حیات والا (اپنی ذات میں) قائم (اور سب کو) قائم رکھنے والا۔ نہ اُسے اونگھ آتی ہے اور نہ نیند (کا وہ محتاج ہے) جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے (سب) اسی کا ہے۔ کون ہے جو اُس کی اجازت کے بغیر اس کے حضور میں سفارش کرے۔ جو کچھ اُن کے سامنے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے وہ (سب ہی کچھ) جانتا ہے اور وہ اُس کی مرضی کے سوا اس کے علم کے کسی حصّہ کو (بھی) پا نہیں سکتے۔ اس کا علم آسمانوں پر (بھی) اور زمین پر (بھی) حاوی ہے اور ان کی حفاظت اسے تھکاتی نہیں۔ اور وہ بلند شان (رکھنے) والا (اور) عظمت والا ہے۔

احادیث نبوی

صلی اللہ علیہ وسلم

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ ربوہ)

☆ اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ وَاَحْسِنُوْا اَدَبَهُمْ
(انسؓ۔ابن ماجہ کتاب الادب۔باب برالوالد والاحسان الی البنات)

اپنی اولاد کی عزت کیا کرو۔اور ان کے اخلاق و آداب کو خوب سنوارتے رہا کرو۔

☆ اِنَّ لِکُلِّ دِیْنٍ خُلُقٌ وَخُلُقُ الْاِسْلَامِ اَلْحَیَاءُ.
(انسؓ۔ابن ماجہ کتاب الزہد۔باب الحیاء)

ہر دین کا ایک خلق ہوتا ہے (جو اس کی پہچان اور اس کا طرّہ امتیاز ہوتا ہے) اور اسلام کا خلق حیاء ہے۔

☆ اِنَ اللّٰهَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنْ تَوَاضَعُوا وَلَایَبْغِیَ بَعْضُکُمْ عَلٰی بَعْضٍ.
(انسؓ۔الادب المفرد للبخاری)

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی کی ہے (اور حکم دیا ہے) کہ تم سب عاجزی اختیار کرو اور ایک دوسرے پر زیادتی نہ کرو۔

☆ اَتَدْرُوْنَ مَاالْعِضَةُ قَالُوا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ نَقْلُ الْحَدِیْثِ مِنْ بَعْضِ النَّاسِ اِلٰی بَعْضٍ لِیُفْسِدُوْا بَیْنَهُمْ.
(انسؓ۔الادب المفرد۔للبخاری)

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو مخاطب ہو کر فرمایا) کیا تم جانتے ہو عِضَۃ (بہتان) کیا ہوتا ہے صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔اس پر آپؐ نے فرمایا کسی کی طرف سے کسی دوسرے کو اس غرض سے بات پہنچانا کہ ان میں فساد لڑائی اور پھوٹ ڈال دی جائے۔یعنی لوگوں میں فساد ڈالنے کی خاطر جھوٹی باتیں گھڑ کر ایک دوسرے کو پہنچانا۔

☆ اِحْفَظْ لِسَانَکَ. (مالک بن یَخامِرْ. ابن عساکر)

اپنی زبان کی حفاظت کر۔

☆ طُوبٰی لِمَنْ مَلَکَ لِسَانَهٗ وَ وَسِعَهٗ بَیْتُهٗ وَبَکٰی عَلٰی خَطِیْئَتِهٖ.
(ثوبانؓ۔طبرانی فی الاوسط والصغیر)

اس شخص کو خوشخبری ہو جس نے اپنی زبان پر قابو رکھا۔اور جس کے لئے اس کا گھر وسیع ہو گیا (یعنی جو اپنے گھر میں ہی اس وقت پناہ تلاش کرتا ہے جب گھر سے باہر لوگ اس کے اخلاق اور اس کی روحانیت کے لئے خطرہ بن رہے ہوتے ہیں) اور ایسے شخص کو بھی خوشخبری ہو جو اپنی خطاؤں پر (خدا کے حضور) روتا رہتا ہے۔

☆ حضرت سفین بن عبداللہ الثقفی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے ایسی بات کی نصیحت فرمائیں جس کو میں مضبوطی سے پکڑ لوں تو آپؐ نے فرمایا۔

قُلْ رَبِّیَ اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقِمْ. قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَخْوَفُ مَاتَخَافُ عَلَیَّ فَاَخَذَ بِلِسَانِ نَفْسِهٖ ثُمَّ قَالَ هٰذَا.
(ترمذی۔ابن ماجہ، ابن حبان۔مستدرک حاکم)

کہو کہ میرا رب اللہ ہے اور پھر اس بات پر استقامت اختیار کر۔سفین کہتے ہیں کہ پھر میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ کون سی بات سب سے زیادہ ڈرانے والی ہے جس کے بارہ میں آپ میرے متعلق خوف رکھتے ہیں۔تب آپ نے اپنی زبان کو پکڑا اور فرمایا ''هٰذا'' یعنی سب سے زیادہ خطرہ انسان کو اس کی زبان کی طرف سے ہوتا ہے۔

☆ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَکَلَّمُ بِالْکَلِمَةِ لَایَرٰی بِهَا بَاسًا. یَهْوِیْ بِهَاسَبْعِیْنَ خَرِیْفًا فِی النَّارِ.
(ابو ہریرہ۔ترمذی)

انسان اپنی زبان سے ایسی بات کہہ دیتا ہے جس میں وہ کوئی برائی نہیں سمجھتا۔حالانکہ اس بات کے ذریعہ وہ ستر سال جتنی مسافت کی گہرائی میں جہنم میں جا پڑتا ہے۔

☆ اِنَّ الرَّجُلَ لَیَتَحَدَّثُ بِالْحَدِیْثِ مَایُرِیْدُبِهٖ سُوْءً اِلَّا لِیُضْحِکَ بِهِ الْقَوْمَ یَهْوِیْ بِهٖ اَبْعَدَ مِنَ السَّمَآءِ
(ابوسعید خدری۔ترمذی)

انسان ایک بات کرتا ہے اور وہ بات کرنے میں اس کا کوئی بُرا ارادہ اور مقصد نہیں ہوتا بلکہ صرف وہ (مجلس میں بیٹھے ہوئے) لوگوں کے ہنسانے کے لئے ایسا کرتا ہے حالانکہ وہ اس بات کے ذریعہ سے آسمانوں کی وسعتوں سے زیادہ دوزخ کی گہرائی میں جہنم میں جا پڑتا ہے۔

☆ مَنْ صَمَتَ نَجَا۔(عبداللہ ابن عمر۔ترمذی۔طبرانی)

جو خاموش رہا وہ نجات پا گیا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ.

پیشگوئی مصلح موعود - ''رحمت کا نشان''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر 20 فروری 1886 کو پیشگوئی مصلح موعود شائع فرمائی۔ آپ فرماتے ہیں:

''خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے جلّ شانہٗ وعزّ اسمہٗ نے اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا:
میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں۔ اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے پایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر! تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا کے دین اور اسکی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفٰے کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عمنوائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے۔ وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دُنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اُسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظهر الاول و الاخر مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعَلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهُ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اُٹھایا جائیگا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔'' (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء مندرج تبلیغ رسالت جلد اوّل)

پیشگوئی مصلح موعود کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اہم تصریحات

☆ ”اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء .... میں ایک پیشگوئی دربارہ تولد ایک فرزند صالح ہے جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا...... ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو یا خواہ دیر سے بہرحال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائے گا...........

یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جلّشانہٗ نے ہمارے نبی کریم رؤف الرحیم محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صد ہا درجہ اعلیٰ واولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔“
(تبلیغ رسالت جلداوّل صفحہ ۷۲ تا ۷۴)

☆ ”خدائے عزّ وجلّ نے جیسا کہ اشتہار دہم جولائی ۱۸۸۸ء و اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں مندرج ہے اپنے لطف وکرم سے وعدہ دیا تھا کہ بشیر اول کی وفات کے بعد ایک دوسرا بشیر دیا جائے گا۔ جس کا نام محمود بھی ہوگا۔ اور اس عاجز کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ اولوالعزم ہوگا اور حسن واحسان میں تیرا نظیر ہوگا۔ وہ قادر ہے جس طور سے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ سو آج ۱۲/جنوری ۱۸۸۹ء میں مطابق ۹/ جمادی الاول ۱۳۰۶ھ روز شنبہ میں اس عاجز کے گھر میں بفضلہٖ تعالیٰ ایک لڑکا پیدا ہو گیا ہے جس کا نام بالفعل محض تفاؤل کے طور پر بشیر اور محمود بھی رکھا گیا ہے۔ اور کامل انکشاف کے بعد پھر اطلاع دی جائے گی مگر ابھی تک مجھ پر یہ نہیں کھلا کہ یہی لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا وہ کوئی اور ہے۔ لیکن میں جانتا ہوں اور محکم یقین سے جانتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق مجھ سے معاملہ کرے گا اور اگر ابھی اُس موعود لڑکے کے پیدا ہونے کا وقت نہیں آیا تو دوسرے وقت میں وہ ظہور پذیر ہوگا اور اگر مدّت مقررہ سے ایک دن بھی باقی رہ جائے گا تو خدائے عزّ وجلّ اُس دن کو ختم نہیں کرے گا جب تک اپنے وعدہ کو پورا نہ کر لے۔ مجھے ایک خواب میں اُس مصلح موعود کی نسبت زبان پر یہ شعر جاری ہوا تھا۔

اے فخرِ رسل قرب تو معلوم شد
دیر آمدہٖ دور آمدہٖ

پس اگر حضرت باری جلّشانہٗ کے ارادے میں دیر سے مراد اسی قدر دیر ہے جو اس پسر کے پیدا ہونے میں جس کا نام بطور تفاؤل بشیر الدین محمود رکھا گیا ہے ظہور میں آئی تو تعجب نہیں کہ یہی لڑکا موعود لڑکا ہو ورنہ وہ بفضلہٖ تعالیٰ دوسرے وقت پر آئے گا۔“
(تبلیغ رسالت جلداول صفحہ ۱۴۷، ۱۴۸ حاشیہ)

☆ ”مصلح موعود کا نام الہامی عبارت میں فضل رکھا گیا اور نیز دوسرا نام اس کا محمود اور تیسرا نام اس کا بشیر ثانی بھی ہے اور ایک الہام میں اس کا نام فضل عمر ظاہر کیا گیا۔“
(سبز اشتہار صفحہ ۲۱ حاشیہ)

☆ ”میرا پہلا لڑکا جو زندہ موجود ہے جس کا نام محمود ہے ابھی وہ پیدا نہیں ہوا تھا جو مجھے کشفی طور پر اس کے پیدا ہونے کی خبر دی گئی اور میں نے مسجد کی دیوار پر اُس کا نام لکھا ہوا یہ پایا کہ محمود۔ تب میں نے اس پیشگوئی کے شائع کرنے کے لئے سبز رنگ کے ورقوں پر ایک اشتہار چھاپا جس کی تاریخ اشاعت یکم دسمبر ۱۸۸۸ء ہے۔“
(تریاق القلوب صفحہ ۷۷)

☆

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اُس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اک دل کی غذا دی
فسبحان الّذی اخزی الاعادی
(درثمین)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کا وجود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا زندہ نشان

(مکرم محمد ظفر اللہ ہنجرا صاحب مبلغ امریکہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب ۱۸۹۱ء میں دعویٰ مثیل مسیح اور دیگر دعاوی کئے اور ان دعاوی کے صداقت کے ثبوت میں بہت ساری دعاؤں کی قبولیت کے نشان رکھے۔

براہین احمدیہ میں اپنے الہامات اور ان کے پورا ہونے کا ذکر اپنی مختلف کتب میں کیا اور ان نشانوں کا بار بار ذکر کیا۔ ان میں سے ایک نشان جو اپنے دعاوی کی سچائی اور محمد رسول اللہ اور اسلام کی سچائی میں بڑے زور شور کے ساتھ پیش کیا وہ موعود بیٹے کا آسمانی نشان تھا۔

اس نشان کی تفصیل لکھتے ہوئے آپ نے فرمایا یہ کوئی معمولی نشان نہیں بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس کا ذکر کیا ہے۔ خدائی بشارات کے سلسلے میں ایک بات یاد رکھنے کے قابل ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے کہ اس کی طرف سے صرف اس صورت میں کسی مامور کو اولاد کی بشارت دی جاتی ہے۔ جب اس موعود اولاد کا نیک اور صالح ہونا مقدر ہو چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس ضمن میں فرماتے ہیں۔

ان اللّٰہ لایبشّر الانبیاء والاولیاء الا اذا اقدر تولید الصالحین

(آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۸۹ حاشیہ)

کہ خدا تعالیٰ انبیاء اور اولیاء کو اولاد کی بشارت صرف اسی صورت میں دیتا ہے جب نیک اور صالح اولاد کی ولادت مقدر ہو۔

چنانچہ مشکوۃ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث

ینزل عیسی بن مریم الی الارض یتزوج ویولدلہ۔

حضرت عیسیٰ دنیا میں تشریف لائیں گے اور شادی کریں گے اور ان کو اولاد دی جائے گی۔

اس حدیث کی تشریح فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

آنحضرت صلعم نے اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر فرمایا کہ مسیح موعود شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد ہو گی اس میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک ایسا نیک بیٹا عطا کرے گا جو نیکی کے لحاظ سے اپنے باپ کے مشابہ ہو گا نہ کہ مخالف اور وہ اللہ تعالیٰ کے معزز بندوں میں سے ہو گا۔

(ترجمہ۔ آئینہ کمالات صفحہ ۸۔۷)

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث جس میں آمد مسیح موعود اور اس کی موعود اولاد کے متعلق ذکر ہے

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ آپ پر سورۃ جمعہ نازل ہوئی اور اس میں یہ آیت بھی تھی۔ **واخرین منھم لما یلحقوبھم.**

حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں۔ میں نے آپ سے پوچھا یا رسول اللہ یہ اخرین کون ہوں گے۔ حضورؐ نے کوئی جواب نہ دیا یہاں تک کہ تین بار دریافت کیا گیا۔

پھر کہتے ہیں۔ اور ہم میں سلمان فارسیؓ بھی موجود تھے حضورؐ نے سلمان فارسی کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے تو ان میں سے ایک شخص یا چند اشخاص اسے پالیں گے۔

لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجالٌ اَوْ رجل من ھولاء

(بخاری کتاب التفسیر)

اس حدیث میں جہاں اسلام کے احیاء کے لئے ایک موعود کی پیشگوئی ہے وہاں اس کے خاندان میں سے بعض اور وجودوں کا بھی ذکر ہے جو اس کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائیں گے۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنی کتاب نشان آسمانی میں حضرت نعمت اللہ ولی کے قصیدہ کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا۔

دور او چوں شود تمام بکام

پسرش یادگار می بینم

یعنی جب اس کا زمانہ کامیابی کے ساتھ گزر جائے گا تو اس کے نمونہ پر اس کا لڑکا یادگار رہ جائے گا یعنی مقدر یوں ہے کہ خدا تعالیٰ اس کو ایک لڑکا پارسا دے گا جو اس کے نمونہ پر ہو گا اور اسی کے رنگ سے رنگین ہو جائے گا اور وہ اس کے بعد اس کا یادگار ہو گا یہ درحقیقت اس عاجز کی اس پیشگوئی کے مطابق ہے جو ایک لڑکے کے بارے میں کی گئی ہے۔

پانچویں صدی میں ایک بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں جن کا نام امام یحیٰی بن عقرب ہے انہوں نے اپنی نظم میں آخری زمانے میں ہونے والے انقلابات کا ذکر کرتے ہوئے مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت اور آپ کے موعود فرزند کی پیدائش کی خبر دی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔

و محمود سیظہر بعد ھذا

ویملک الشام بلاقتال

تطیع لہ حصون الشام جمعاً

وینفق مالہ فی کل حال

اس کے بعد محمود ظاہر ہو گا جو ملک شام کو بغیر جنگ کے فتح کرے گا شام کے قلعے اس کی اطاعت قبول کریں گے۔ اور وہ اپنے مال کو بے حساب اور ہر حالت میں خرچ کرتا رہے گا۔

امام یحیٰی بن عقرب کی پیشگوئی میں شام کی فتح کا تذکرہ ہے۔ اس پیشگوئی کا ظہور اس طرح ہوا کہ حضرت سیدنا مرزا بشیر الدین خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مسند خلافت پر متمکن ہونے کے دس سال بعد ۱۹۲۴ء میں شام جانے وہاں کے علماء کو پیغام حق پہنچانے اور وہاں مشن کھولنے کی توفیق ملی اس امر کی تائید کہ امام یحیٰی بن عقرب کی اس پیشگوئی کی مندرجہ بالا تشریح درست ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

وقد أشیر فی بعض الاحادیث ان المسیح الموعود والدجال المعھود ان فی بعض البلاد الشرقیہ یعنی فی ملک الھند ثم یسافر المسیح الموعود أوْ خلیفة من خلفائه اِلٰی ارض دمشق (حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۷)

کہ بعض احادیث میں اس امر کی طرف اشارہ کیا گیا کہ مسیح موعود اور دجال معہود کسی مشرقی ملک میں ظاہر ہوں گے پھر مسیح موعود یا ان کے خلفا میں سے کوئی خلیفہ دمشق کی طرف سفر کرتا ہوا جائے گا۔

(مجلہ الجامعہ مصلح موعود نمبر)

براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعود کے الہامات میں سے ایک یہ الہام بھی ہے۔

سبحان اللہ تبارک و تعالیٰ زاد مجدک ینقطع اباء ک و یُبْدَءُ منک نصرت بالرعب واُحْیِیتَ بالصدق ایھا الصدیق.

ترجمہ: تمام پاکیاں خدا تعالیٰ کے لئے ہیں جو بڑی برکتوں والا اور عالی ذات ہے۔ اس نے تیری خاندانی بزرگی کو تیرے وجود کے ساتھ زیادہ کیا اب ایسا ہو گا کہ آئندہ تیرے باپ دادے کا ذکر منقطع کیا جائے گا۔

اور ابتدا خاندان کا تجھ سے ہو گا تجھے رعب کے ساتھ نصرت دی گئی ہے اور صدق کے ساتھ تو اے صدیق زندہ کیا گیا۔

اس کے متعلق مزید تفصیل سے بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں

پھر خداوند کریم نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھر دے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا۔ تیری نسل بہت ہو گی اور میں تیری ذریت کو بہت بڑھاؤں گا۔ اور برکت دوں گا مگر بعض ان سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ اور ہر ایک شاخ تیرے جدی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔

اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہو گا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا اور خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلائے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراونا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذریت منقطع نہیں ہو گی اور آخری دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

ایک طرف خدا تعالیٰ خوشخبریاں دے رہا تھا اور یہ وہ زمانہ تھا جہاں قادیان ایک گمنام بستی تھی اور مسیح موعود علیہ السلام کو مسیتڑ کہا جاتا تھا جو بالکل دنیا سے الگ تھلگ خدا کے آستانہ پر دھونی رمائے بیٹھے تھے اور آپ کی بیماریاں اور پھر ایسے دعاوی جو یکے بعد دیگرے پہلے سے بڑھ کر پہلے مجدد کا دعویٰ کیا پھر مامور کا کیا پھر سلسلہ بیعت کا آغاز پھر مسیحیت کا پھر مہدویت پھر ظلی نبوت پھر مثیل کرشن کا کیا اور بابا گرو نانک کو مسلمان ثابت کیا۔

ان دعاوی میں ہر قوم کی مخالفت مول لی لیکن اس کے باوجود قدم آگے بڑھتا گیا۔ اور بڑی تحدی سے اعلان کیا تم پورا زور لگاؤ تمہارا مقدر ناکامی اور میرا مقدر کامیابی ہے۔ کس شان کے ساتھ اس پیشگوئی کے الفاظ ہم پورا ہوتے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

قادیان کا ماحول بھی مخالفت میں کچھ کم نہ تھا خود سیدنا محمودؓ فرماتے ہیں کہ ہمیں بچپن میں یہ منع کر دیا گیا تھا کہ گھر سے باہر کسی سے کوئی چیز لے کر نہیں کھانی اور اس کی وجہ وہ مخالفت تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے لوگوں کی تھی اور ہم بہت کم باہر نکلا کرتے تھے پس کیا مسلمان اور کیا ہندو۔ سکھ عیسائی اور اپنے خاندان والے بھی شدید مخالف ہو چکے تھے۔

لیکن خدا کی تائید و نصرت کے نشانات پہلے سے بڑھ کر ظاہر ہو رہے تھے۔

پھر سیدنا محمودؓ کا اپنا وجود بھی حضرت مسیح موعود کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا۔

حضرت ام المومنینؓ فرماتی ہیں۔

میری شادی ہوئی اور میں ایک مہینہ قادیان ٹھہر کر واپس دہلی گئی تو ان ایام میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مجھے ایک خط لکھا کہ میں نے خواب میں تمہارے تین جوان لڑکے دیکھے ہیں۔

(سیرۃ المہدی حصہ اوّل حصہ روایت نمبر ۹۱)

گو پیشگوئی مصلح موعود کی آخری میعاد نو سال مقرر تھی مگر سیدنا محمود بشیر اول کی وفات کے بعد بہت جلد پیدا ہو گئے۔ جو حضرت ام المومنینؓ کی صبر و رضا کا نتیجہ تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک بار فرمایا۔ ہمارے گھر میں اس قدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا اس کی شکل مبارک سے بہت ملتی تھی۔ وہ بیمار ہوا اور شدت سے اس کو بخار چڑھا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کی حالت نازک ہو گئی اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ بچہ فوت ہو گیا نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ میں نے کہا اس کا تو انتقال ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کے ساتھ کہا۔ انا لِلّٰہِ وانا الیہ راجعون۔

اس وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں اٹھائے گا جب تک اس بچہ کا بدلہ نہ دے لے۔ چنانچہ اس کے فوت ہونے کے چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا۔

(تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۹)

ایک طرف پیشگوئی کے الفاظ ملاحظہ کریں اور پھر اس کے بعد جو حالات رونما ہوئے وہ بظاہر مخالف جا رہے تھے اور مخالفین استہزاء میں بڑھ رہے تھے۔

چنانچہ جب ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے بعد مئی ۱۸۸۶ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی۔

اس کے بعد ایک مخالفت کا طوفان بے تمیزی کھڑا ہو گیا استہزا کی ایسی لہر اٹھی کہ جس نے ملک میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا جولائی ۱۸۹۱ء میں وہ بیٹی وفات پا گئی۔

پھر ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو آپ کے ہاں بشیر اول پیدا ہوا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو ۲۳ دن بیمار رہ کر وفات پا گئے چنانچہ اس دوسرے منظر کا اندازہ کریں کہ مخالفین تو انتظار کئے بیٹھے تھے۔

اس کے متعلق حضرت میاں بشیر احمد صاحب سیرۃ المہدی حصہ اول میں فرماتے ہیں۔

مگر قدرت خدا کی کہ ایک سال بعد یہ لڑکا اچانک فوت ہو گیا۔ بس پھر کیا تھا ملک میں طوفان عظیم برپا ہوا اور سخت زلزلہ آیا۔ حتیٰ کہ میاں عبداللہ صاحب سنوری کا خیال کہ ایسا زلزلہ عامۃ الناس کے لئے نہ اس سے قبل کبھی آیا تھا نہ اس کے بعد آیا۔

گویا وہ دعویٰ مسیحیت پر جو زلزلہ آیا اسے بھی عامۃ الناس کے لئے اس سے کم قرار دیتے ہیں۔ مگر بہر حال یہ یقینی بات ہے کہ اس واقعہ پر ملک میں سخت شور اٹھا اور کئی خوش اعتقادوں کو ایسا دھکہ لگا کہ وہ پھر نہ سنبھل سکے۔ حضرت صاحبؑ نے لوگوں کو سنبھالنے کے لئے اشتہاروں اور خطوط کی بھرمار کر دی اور لوگوں کو سمجھایا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ دشمن تو دشمن اپنے بھی خطرے میں پڑ گئے تھے۔

جب بشیر اول کی وفات پر خود حضرت اقدس نے حقانی تقریر میں لکھا۔

عجیب طور کا شور و غوغا خام لوگوں میں اٹھا اور رنگا رنگ کی باتیں خویشوں وغیرہ نے کیں۔ اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں۔ مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افترا ہے انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کے افترا گھڑنے شروع کئے۔

(تبلیغ رسالت صفحہ ۱۲۱، جلد ۱)

یہ سارا وہ پس منظر ہے جو پیشگوئی مصلح موعود کو مزید عظمت دلاتا جا رہا ہے کہ کس طرح مخالفین انتظار کئے بیٹھے تھے بظاہر سب حالات مخالف جا رہے تھے لیکن پیشگوئی کے الفاظ یہ واضح طور پر بتا رہے تھے ایسے واقعات ہوں گے اس کے بعد اس عظیم وجود کی پیدائش ہوگی۔

چنانچہ ۱۲ جنوری ۱۸۸۹ء کو سیدنا محمود پیدا ہوئے آپ کا بچپن اور تعلیم بھی پیشگوئی کی عظمت بڑھا دیتا ہے۔

اپنے بچپن کے متعلق حضرت مصلح موعود کے اپنے بیان کردہ واقعات بھی ہیں۔

اور اس کے علاوہ صحابہ نے بھی ایسے واقعات بیان کئے ہیں جو واضح طور پر بچپن سے آپ کے عظیم مقام کی طرف دلالت کرتے ہیں تو دوسری طرف الٰہی تائید و نصرت ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔

چنانچہ ایک روایت میں آتا ہے کہ جب حضرت مصلح موعود نے میٹرک کا امتحان دے کر قادیان آئے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے کسی نے کہا کہ میاں صاحب تو بہت دبلے ہیں اور کمزوری کی وجہ سے یہ ڈر ہے کہ فیل نہ ہو جائیں اس پر کسی بزرگ نے حضرت

میاں صاحب سے ہی کہا کہ آپ دعا کریں۔ یہ سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

ہمیں تو ایسی باتوں کی طرف توجہ کرنے سے کراہت پیدا ہوتی ہے ہم ایسی باتوں کے لئے دعا نہیں کرتے ہم کو نہ تو نوکریوں کی ضرورت ہے اور نہ ہمارا یہ منشاء ہے کہ امتحان اس غرض سے پاس کئے جائیں ہاں اتنی بات ہے کہ یہ علوم متعارفہ میں کسی قدر دستگاہ پیدا کرلیں جو خدمت دین میں کام آئے پاس فیل سے تعلق نہیں اور نہ کوئی غرض۔

(سیرت مسیح موعود صفحہ ۵۴ حضرت عرفانی)

علاوہ ازیں ایک مشہور روایت یہ ہے کہ حضور علیہ السلام نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر تم وہی محمود جس کی خدا نے مجھے خبر دی ہے تو تمہیں اللہ تعالیٰ خود سکھائے گا۔

چنانچہ حضرت مصلح موعود خود فرماتے ہیں خلاصتاً پیش خدمت ہے۔

میری تعلیم جس رنگ میں ہوئی وہ اپنی ذات میں ظاہر کرتی ہے کہ انسانی ہاتھ میری تعلیم میں نہیں تھا بچپن سے آنکھوں میں سخت ککرے پڑ گئے تھے اور ڈاکٹروں کو بینائی کے ضائع ہونے کا ڈر تھا۔ اور حضرت مسیح موعود نے خاص دعائیں کیں ان متواتر حملوں کی وجہ سے میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر کتاب نہیں پڑھ سکتا۔

اس وجہ سے حساب کے سوالات جو کہ بورڈ پر حل کئے جاتے تھے میں دیکھ نہیں سکتا تھا ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دفعہ میری شکایت کی کہ حضور یہ کچھ پڑھتا نہیں۔ آپ نے فرمایا بہت مہربانی جو آپ خیال رکھتے ہیں اس کی صحت تو پڑھائی کی اجازت نہیں دیتی۔

پھر ہنس کر فرمانے لگے کہ اس سے ہم نے آٹے دال کی دکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے حساب اسے آئے یا نہ آئے کوئی بات نہیں۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کون سا حساب سیکھا تھا غرض آنکھوں میں ککرے جگر کی خرابی عظم طحال (تلی کا بڑھ جانا) کی شکایت اور پھر اس کے ساتھ بخار کا شروع ہو جانا چھ چھ مہینے تک نہ اترنا اور میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا یہ فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا چاہے پڑھ لے اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ اس سے میری تعلیمی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

(الموعود تقریر حضرت صاحب)

امتحانات میں صرف مسیح موعود کے فرزند ارجمند کی وجہ سے اگلی جماعتوں میں بٹھائے جاتے رہے مڈل اور میٹرک کے امتحانوں میں فیل ہو گئے بلکہ آپ خود فرماتے ہیں کہ میں تو دنیوی لحاظ سے پرائمری فیل ہوں۔

اور یہ صرف اس لئے تھا کہ دنیا پر واضح ہو جائے کہ دنیا میں آپ کا کوئی معلم نہیں اصل تو عرش کا خدا ہے جو آپ کو علوم ظاہری و باطنی سے پر کرے گا اور پھر اللہ نے وہ علوم دیئے اور دشمن بھی کہہ اٹھا کہ میرزا محمود کے پاس قرآن ہے۔

بچپن

حضرت مفتی محمد صادقؓ کی چشم دید شہادت ہے کہ چونکہ عاجز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت ۱۸۹۰ء کے آخر میں کرلی تھی۔

اور اس وقت سے ہمیشہ آمد و رفت کا سلسلہ متواتر جاری رہا میں حضرت اولوالعزم مرزا بشیر الدین محمود احمد ....کو ان کے بچپن سے دیکھ رہا ہوں کہ کس طرح ہمیشہ ان کی عادت حیا اور شرافت اور صداقت اور دین کی طرف متوجہ ہونے کی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دینی کاموں میں بچپن سے ہی ان کو شوق تھا نمازوں میں اکثر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ جامع مسجد میں جاتے اور خطبہ سنتے ایک دفعہ مجھے یاد ہے جب آپ کی عمر دس سال کے قریب ہوگی آپ مسجد اقصیٰ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ نماز میں کھڑے تھے اور پھر سجدہ میں بہت رو رہے تھے بچپن سے ہی آپ کو فطرتاً اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور ان کے رسولوں کے ساتھ خاص تعلق محبت تھا۔

(الفضل ۲۰ رجنوری ۱۹۲۸ء)

حضرت شیخ محمد اسماعیل سرساویؓ بیان کرتے ہیں۔

ہم نے اپنی آنکھوں سے آپ کے بچپن کو دیکھا اور پھر اسی بچپن میں آپ کے ایثار اور آپ کی نیکی اور تقویٰ کو خوب دیکھا ہم نے دیکھا کہ آپ کے قلب میں دین کا ایک جوش موجزن تھا۔

بچپن ہی سے آپ دعاؤں میں اس قدر محو اور غرق ہوتے تھے کہ ہم تعجب سے دیکھا کرتے تھے کہ یہ جوش ہم میں کیوں نہیں آپ بعض وقت دعا میں ایسے محو ہوتے تھے کہ ہم ہاتھ اٹھائے اٹھائے تھک جاتے تھے۔ لیکن آپ کو اپنی محویت میں اس قدر بھی معلوم نہ رہتا کہ کس قدر وقت گزر گیا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ سورج گرہن کی نماز پڑھنے کے لئے ہم سب مسجد اقصیٰ میں جمع ہوئے نماز مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے پڑھائی اور نماز کے بعد مولوی صاحب نے حضرت صاحبزادہ صاحب سے عرض کی کہ "میاں آپ دعا شروع کریں" آپ نے دعا شروع فرمائی مگر آپ اس دعا میں ایسے محو ہوئے کہ آپ کو یہ خبر ہی نہ رہی کہ میرے ساتھ اور لوگ بھی دعا میں شریک ہیں دعا میں جس قدر لوگ شامل تھے ان کے ہاتھ اٹھے اٹھے اس قدر تھک گئے کہ وہ شل ہونے کے قریب ہو گئے اور کئی کمزور صحت کے لوگ تو پریشان ہو گئے تب مولوی محمد احسن صاحب نے جو خود بھی تھک چکے تھے دعا کے خاتمہ کے الفاظ بلند آواز میں کہنے شروع کئے جسے سن کر آپ نے دعا ختم فرمائی۔

(الحکم جوبلی صفحہ ۸۰)

حضرت مولانا سرور شاہ صاحبؓ چونکہ آپ کے استاد تھے ایک دن انہوں نے پوچھا کہ میاں آپ کے والد صاحب کو تو کثرت سے الہام ہوتے ہیں کیا آپ کو بھی الہام اور خوابیں آتی ہیں۔

آپ نے فرمایا۔ بہت آتی ہیں لیکن ایک تو اکثر دیکھتا ہوں اور وہ یہ کہ میں فوج کی کمان کر رہا ہوں اور بعض اوقات سمندروں سے گزر کر آگے جا کر حریف کا مقابلہ کر رہا ہوں اور کئی بار ایسا ہوا کہ اگر میں نے پار گزرنے کے لئے اور کوئی چیز نہیں پائی تو سرکنڈے وغیرہ سے کشتی بنا کر اور اس کے ذریعہ پار ہو کر حملہ آور ہو گیا ہوں میں نے جس وقت یہ خواب آپ سے سنا اسی وقت سے میرے دل میں یہ بات گڑی ہوئی ہے کہ یہ شخص کسی وقت یقیناً جماعت کی قیادت کرے گا اور میں نے اسی وجہ سے کلاس میں کرسی پر بیٹھ کر آپ کو پڑھانا چھوڑ دیا۔ آپ کو اپنی کرسی پر بٹھاتا اور خود آپ کی جگہ بیٹھ کر آپ کو پڑھاتا۔ اور میں نے خواب سن کر یہ بھی عرض کر دیا تھا کہ میاں آپ بڑے ہو کر مجھے بھلا نہ دینا اور مجھ پر بھی نظر شفقت رکھیں۔

ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ میں نے آپ کی موجودگی میں کبھی بیٹھ کر نہ پڑھایا بلکہ ہمیشہ کھڑے ہو کر ہی پڑھاتا رہا ہوں۔

(خلاصہ تاریخ احمدیت جلد ۵ صفحہ ۴۱)

پس پیشگوئی مصلح موعود جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ایک ایسا نشان ہے۔ جو ہستی باری تعالیٰ کا وجود ثابت کرتی ہے اور اس کا مجیب الدعوات ہونا اور اپنے خاص بندوں سے جو خدا کے لئے خاص ہو جاتے ہیں غیر معمولی نشانات دکھانا اور ان کے ایمانوں کو مزید مستحکم کرتی ہے ان حالات کو دیکھیں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اعلان کیا۔

اشتہارات اور کتب کو شائع کرنے کے لئے فنڈز نہیں تھے خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام خط لکھ کر دوستوں کو مالی قربانی کی طرف توجہ دلاتے تھے۔

آپ کی دو بیماریاں اور دشمن کی ریشہ دوانیاں اور اقرباء کی شرارتیں خدا کے مسیح کے اس عزم کو کمزور نہ کر سکیں بلکہ ہر آنے والا لمحہ پہلے سے بڑھ کر ترقی کا پیش خیمہ بنتا رہا۔

پیشگوئی مصلح موعود کی یاد اس لئے منائی جاتی ہے کہ ایک تو ہماری تاریخ زندہ رہے اور ہماری اولادیں اس کو پڑھیں اور اس سے فائدہ اٹھائیں۔

دوسرے اولادوں کے ذہن میں یہ بات داخل کی جائے ہمارا خدا کیسا قادر خدا ہے کس طرح وہ کمزور اور عاجز بندوں کی تضرعات کو سنتا ہے اور ان کے ایمانوں کو مزید تقویت دیتا ہے۔

آج بھی دنیا میں احمدیت کی کثرت اور مسیح موعود کی اولاد حضرت مسیح موعود کی وہ مناجات ہیں جو آپ نے نظم و نثر میں کیں۔

کیا خوب فرماتے ہیں۔

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد
بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ''ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد''
بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

اور ہم آج اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔

آپ کے الفاظ کس شان کے ساتھ پورے ہو رہے ہیں۔ ''تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔'' اور تیرے ذریعے سے تیرے خاندان کا نام چلے گا۔

حضرت مصلح موعودؓ کا وجود آپ کے متعلق پیش خبریاں اور حضرت مسیح موعود کی دعائیں اور پھر باوجود بیماری اور نامساعد حالات کے پروان چڑھنا اور ہر آنے والے ابتلا سے سرخرو ہو کر نکلنا یقیناً اس قادر مطلق ہستی کی طرف توجہ پھیرتا ہے۔ جس کا فضل اور رحم ہمیشہ آپ کے ساتھ رہا۔

اور اس فضل اور رحم کے حصول کے لئے آپ کا بچپن میں نمازوں اور دعاؤں میں انہاک غلبہ دین اسلام کی تڑپ یقیناً ایسی چیزیں تھیں جنہوں نے ہر مشکل کو آسان بنایا۔

اور آج بھی اسی بات کی طرف ہمیں اپنے ماحول اپنے گھروں میں ان حسین یادوں کو زندہ کرنا ہے تاکہ وہ تڑپ اور جوش اور دعاؤں میں انہاک ہمارے اندر بھی پیدا ہو جائے جس کے ذریعے سے ہم اس معاشرے کی تقدیر بدل سکتے ہے۔

پس مصلح موعود کی یادوں کا تذکرہ ہمارے معاشرے کو جنت نظیر بنا دے گا۔

اور ان مثالوں اور روایات کو اپنی زندگیوں میں جاری کرنے کی ضرورت ہے۔ اور اس تاریخ کو ہمیشہ دہرانے کی ضرورت ہے تاکہ ہماری آئندہ نسلیں بھی باخبر ہوں اور ان کے ایمانوں کی تقویت کا موجب ہو۔

یہ پیشگوئی یہ توجہ بھی دلاتی ہے اولاد کی تربیت کے لئے پیدائش سے پہلے ہی دعاؤں کی عادت ڈالو اور پھر جب پیدا ہو جائیں تو کوشش کے ساتھ دعاؤں سے اس کا فضل مانگتے رہنا پھر بعض اوقات الگ تھلگ ہو کر عبادت کے لئے کچھ ایام بسر کرنے چاہئیں چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور کا سفر کیا اور چالیس دن تک ایک علیحدہ مکان میں جو آبادی سے کسی قدر جدا تھا۔

عبادت اور ذکر الٰہی میں وقت گذارا۔ ان ایام میں آپ پر بہت سے انوار سماوی کا انکشاف ہوا پس ان

چیزوں کے تذکرے بار بار مجالس میں ہونے چاہئیں اور ان واقعات کو اپنے پر جاری کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔

☆☆☆☆☆

باپ کی نعمت اور یتیمی کا درد

حضرت شیخ سعدیؒ کہتے ہیں کہ:- مجھے یاد ہے کہ جب میں بچہ تھا اور اپنا سر باپ کی آغوش میں رکھتا تھا تو میری قدر و منزلت بادشاہوں جیسی ہوتی تھی۔ اگر میرے جسم پر ایک مکھی تک بیٹھ جاتی تو سب گھر والے پریشان ہو جاتے تھے۔ جب بچپن ہم میں میرے سر سے باپ کا سایہ اُٹھ گیا تو مجھے بچوں کے درد کی خبر ہوئی۔ یہ درد وہی جان سکتا ہے جس کو یتیمی کا داغ لگا ہو۔ اے دوست جس بچے کا باپ مرگیا ہو اس کے سر پر ہاتھ رکھ اس کے چہرے سے گرد پونچھ اور اس کے پاؤں سے کانٹا نکال۔ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس پر کیا بپتا پڑی ہے۔ بے جڑ کا درخت ہرگز تازہ نہیں ہوتا۔ جب تو کسی یتیم کو اپنے سامنے سر ڈالے دیکھے تو اپنے فرزند کے رخسار پر بوسہ نہ دے۔ یتیم اگر روتا ہے تو اس کا ناز کون اُٹھاتا ہے۔ اگر وہ غصہ کرتا ہے تو اس کو کون برداشت کرتا ہے۔

خبردار! یتیم رونہ پڑے کہ اس کے رونے سے عرش الٰہی کانپ جاتا ہے۔ محبت سے اس کی آنکھ سے آنسو پونچھ دے اور مہربانی سے اس کے چہرہ سے خاک جھاڑ دے اگر اس کے سر سے سایہ اُٹھ گیا تو تُو اپنے سائے میں اس کی پرورش کر۔"

(حکایات سعدی ص ۷۵ مرتبہ طالب ہاشمی شعاع ادب لاہور)

یتیموں کے سر پر ہاتھ رکھنے کے لیے کمیٹی یک صد یتامیٰ سے رابطہ کریں۔

(سیکرٹری کمیٹی یک صد یتامیٰ۔ دارالضیافت ربوہ)

اے مظفر تجھ پر سلام!

محمود تیرا نام ہے محمود ہی مقام
زندہ رہے گا تا بہ ابد تیرا پیارا نام

آنا زمیں پہ تیرا خدا کا گویا نزول[1]
تو نور کا پیمبر اجالوں کا تو رسول[2]

پودا جو سچ کا بویا مسیح موعودؑ نے
کیا اس کو خوب سینچا مصلحِ موعودؓ نے

تبشیر سے زمیں کے کناروں کو بھر دیا
واللہ تو نے کیسا عجب کام کردیا

علمِ توحید قلبِ کفر میں کیا نصب
ہر دن نویدِ فتح نوائے ظفر تھی شب

تو عمنوائیل ہے تو مظفر ہے اے بشیر
تو پر شکوہ و عظمت، حکمت میں بے نظیر

دنیا نے پھر نہ دیکھا تجھ سا کوئی خطیب
زورِ بیان تیرا کس کو کہاں نصیب

بے نوریوں پہ نرگس روئے ہزار سال
تجھ جیسے دیدہ ور کا ملنا ہے اب محال

اے راہِ حق کے مردِ مجاہد تجھے سلام
ملت کے اس فدائی پہ فضلِ خدا مدام

(ڈاکٹر مہدی علی چوہدری)

1. مظهر الحق والعلاء كان الله نزل من السماء (پیشگوئی مصلحِ موعود)
2۔ نور آتا ہے نور (پیشگوئی مصلحِ موعودؓ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نظر میں

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام

(مکرم نصراللہ خاں صاحب ناصر۔شاہد)

اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے ذریعہ ان کے بعد ظاہر ہونے والے عظیم الشان وجودوں کی خبریں عطا فرماتا ہے۔ جنہیں مامورین اور خلفاء بسا اوقات واضح رنگ میں اور کبھی مصلحتاً اشارات اور کنایات میں ذکر کرتے ہیں۔ سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عظیم الشان جانشین اور فرزند سیّدنا محمود المصلح الموعودؓ کے بارہ میں جہاں انبیاء گذشتہ اور صلحاء و اولیاء امت نے خبریں دیں۔ وہاں آپؑ کے پہلے جانشین حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے نورِ فراست سے بھانپ لیا تھا کہ پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق سیّدنا محمود کا وجود باوجود ہے۔ آپؓ کے ارشادات سے سیّدنا المصلح الموعودؓ کا بلند مقام واضح ہوتا ہے۔ کہ آپ ہی خلافتِ ثانیہ کے سند پر متمکن ہونے والے وہ مبارک وجود ہیں جن کی خبریں الٰہی نوشتوں اور مامور زمانہ کے کلام میں پائی جاتی تھیں۔

(۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اپنے عہد خلافت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض پیشگوئیوں کے مطابق جب گھوڑے سے گرے اور آپ کے سر پر سخت چوٹ آئی تو ایک رات آپ کو خیال پیدا ہوا کہ ورم دل کی طرف جا رہا ہے۔ اس وقت آپ نے قلم دوات طلب فرمائی اور ایک کاغذ پر کچھ لکھ کر اسے لفافہ میں بند کر دیا اور لفافہ پر بھی کچھ رقم فرمایا اور شیخ تیمور صاحب کو جو آپ کی خدمت میں رہتے تھے یہ کہتے ہوئے دیا کہ اگر میری وفات ہو جائے تو اس پر جو کچھ لکھا ہے اس کے مطابق عمل کیا جائے۔ ان کی روایت ہے کہ اس لفافہ پر لکھا تھا۔

''علیٰ اسوۃ ابی بکر۔ جس کا نام اس لفافہ میں ہے اس کی بیعت کرو جب اُسے کھول کر دیکھا گیا تو اس کے اندر نام لکھا تھا ''محمود احمد''

(الفضل جلد ۲ نمبر ۲۵، صفحہ ۶۔ ۷ ستمبر ۱۹۱۴ء بحوالہ حیات نور صفحہ ۳۹۸)

مزید برآں مولوی محمد علی صاحب مرحوم ایم۔ اے۔ کی درج ذیل عبارت سے بھی اس واقعہ کی تصدیق ہوتی ہے۔

''۱۹۱۱ء میں جو وصیت آپ (خلیفۃ المسیح الاوّلؓ) نے لکھوائی تھی اور جو بند کر کے ایک خاص معتبر کے سپرد کی تھی اس کے متعلق مجھے معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس میں آپ نے اپنے بعد خلیفہ ہونے کے لئے میاں صاحب کا نام لکھا تھا۔''

(رسالہ حقیقت اختلاف صفحہ ۶۹)

(۲)

ایک خطبہ کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مصلح موعودؓ کی خلافت کے بارہ میں ایک واضح اشارہ یوں فرمایا۔

''ایک نکتہ قابل یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے۔ ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی۔ بائیس برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خاص بھلائی کے لئے کہی ہے۔''

(بدر ۲۷ جولائی ۱۹۱۰ء)

(۳)

اپنی آخری بیماری میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے نمازوں میں امامت وغیرہ کے فرائض حضرت مصلح موعودؓ کے سپرد کر دیئے۔

(اخبار الحکم ۲۱، مارچ صفحہ ۶)

علاوہ ازیں خطبہ جمعہ پڑھنے کا ارشاد بھی آپؓ کو ہوتا تھا۔ ان دنوں دیگر اہم ذمہ داریاں پہلے سے ہی حضرت مصلح موعودؓ کے سپرد تھیں چنانچہ۔

۱۔ آپ رسالہ تشحیذ الاذہان کی ادارت فرماتے تھے۔

۲۔ آپ مدرسہ احمدیہ کے انچارج تھے۔ اور بعض جماعتوں کو خود تعلیم بھی دیتے تھے۔

۳۔ آپ مہمان خانہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے منتظم بھی تھے۔

۴۔ روزانہ دو مرتبہ قرآن مجید کا درس دیا

کرتے ایک مرتبہ نماز فجر کے بعد دوسری مرتبہ نماز ظہر کے بعد۔

۵۔ مزید برآں مہمانوں سے ملاقات، احباب جماعت کو تعلیم مسائل متفرق مضامین اور تقاریر، صدر انجمن احمدیہ کی صدارت، یہ سب کام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی نگرانی اور ہدایات کے مطابق آپؓ سرانجام دیتے تھے۔

(۴)

زندگی کے آخری ایام میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جب حضرت مصلح موعودؓ کو امام مقرر کیا تو بعض لوگوں نے اس پر اعتراض کیا۔ جناب مولوی ظہور حسین صاحب (جو وفات پا چکے ہیں) مبلغ بخارا کی روایت ہے کہ حضرت حافظ روشن علی صاحبؓ نے ہمیں کلاس میں بتایا کہ ان ایام میں مولوی محمد علی صاحب مجھے ملے اور کہا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح کے بلاتکلف دوست ہیں۔ میرا نام لئے بغیر ان سے عرض کریں کہ جماعت کے بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں ان کی موجودگی میں میاں محمود کو امام مقرر کرنا مناسب نہیں۔ جس پر بعض دوست اعتراض کرتے ہیں۔ حضرت حافظ صاحبؓ نے بتایا کہ میں نے یہ پیغام خلیفہ اوّلؓ کی خدمت میں پہنچا دیا اور مولوی محمد علی صاحب کا نام نہیں لیا۔ اور جیسا کہ انہوں نے کہا تھا محض عمومی رنگ میں یہ بات کہہ دی۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے فرمایا۔

"ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم مجھے محمود جیسا ایک بھی متقی نظر نہیں آتا۔ پھر از خود فرمایا کہ میں مولوی محمد علی صاحب سے کہوں کہ وہ نماز پڑھا دیا کریں۔"

(۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے ایک مرتبہ حضرت مصلح موعودؓ کے بارہ میں ان الفاظ میں بشارت دی۔

"تیس برس کے بعد انشاءاللہ مجھے امید ہے کہ مجدد یعنی موعود (قدرت ثانیہ) ظاہر ہوگا۔"

(حیات نور صفحہ ۴۰۲)

دسمبر ۱۹۱۴ء میں حضور نے یہ الفاظ فرمائے اور ۱۹۴۴ء کے شروع میں گویا عین تیس سال کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے موعود خلیفہ اور مصلح موعود اور پسر موعود ہونے کا باذنِ الٰہی اعلان فرمایا۔ اور پیشگوئی اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی۔

(۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب ....کو جو ۱۹۱۴ء میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب کے ساتھ مصر تعلیم حاصل کرنے کے لئے گئے تھے۔ ایک خط میں لکھا۔

"تمہیں وہاں سے کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تم واپس قادیان آؤ گے تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاءاللہ بڑھا ہوا ہوگا اور اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا۔"

(الفضل یکم اپریل ۱۹۱۴ء بحوالہ حیات نور)

اسی طرح آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو فرمایا:

"اگر میری زندگی میں قرآن ختم نہ ہوا تو بعد ازاں میاں صاحب سے پڑھ لینا۔"

(الفضل جلد ۱۸ نمبر ۱۰۶)

آپ کے ان ارشادات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ سیدنا محمودؓ کے آئندہ جانشین ہونے پر کس قدر محکم یقین رکھتے تھے۔

(۷)

سیدنا حضرت محمودؓ کے مصلح موعود اور پسر موعود ہونے پر آپ کو اس قدر یقین تھا کہ اپنی وفات سے چھ ماہ قبل جب حضرت پیر منظور محمد صاحب مصنف قاعدہ یسرنا القرآن نے آپ کی خدمت میں عرض کی

"مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہارات کو پڑھ کر پتہ چل گیا ہے کہ پسر موعود میاں صاحب ہی ہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ اول نے فرمایا ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں۔ جب پیر صاحب موصوف نے یہ الفاظ لکھ کر تصدیق کے لئے پیش کئے تو ان پر حضرت خلیفہ اوّلؓ نے تحریر فرمایا "یہ لفظ میں نے برادرم پیر منظور محمد صاحب سے کہے ہیں۔ نور الدین ۱۰/ستمبر ۱۹۱۳ء۔" (رسالہ پسر موعود صفحہ ۲۸)

(۸)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے نزدیک آئندہ خلافت جاری رہنی تھی اور آپ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے علم کے مطابق یہ بات جانتے تھے کہ آپ کے بعد سیدنا محمودؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس بات کی تصریح اس واقعہ سے ہوتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا ہی بیان ہے۔ فرماتے ہیں۔

"جلسہ سالانہ ۱۹۱۳ء کے چند ہی دن بعد حضرت خلیفۃ المسیحؓ بیمار ہوگئے اور آپ کی علالت روز بروز بڑھنے لگی مگر ان بیماری کے دنوں میں بھی آپ تعلیم کا کام کرتے رہے۔ مولوی محمد علی صاحب قرآن شریف کے بعض مقامات کے متعلق آپ سے سوال کرتے اور آپ جواب لکھواتے اور لوگوں کو بھی پڑھاتے ایک دن اسی طرح پڑھا رہے تھے۔ مسند احمد کا سبق تھا آپ نے پڑھاتے پڑھاتے فرمایا کہ مسند احمد حدیث کی نہایت معتبر کتاب ہے۔ بخاری کا درجہ رکھتی ہے مگر افسوس ہے کہ اس میں بعض غیر معتبر روایات امام احمد بن حنبل کے ایک شاگرد اور اُن کے بیٹے کی طرف سے شامل ہوگئی ہیں۔ جو اس پایہ کی نہیں ہیں۔ میرا دل چاہتا تھا کہ اصل کتاب کو الگ کر لیا

جاتا۔ مگر افسوس کہ یہ کام میرے وقت میں نہیں ہوا۔ اب شاید میاں کے وقت میں ہو جائے۔ اتنے میں مولوی سید سرور شاہ صاحب آ گئے۔ آپ نے ان کے سامنے یہ بات پھر دہرائی کہ ہمارے وقت میں تو یہ کام نہ ہو سکا۔ آپ میاں کے وقت میں اس کو پورا کریں یہ بات وفات سے دو ماہ قبل بیان فرمائی۔''

(اختلافات سلسلہ کی تاریخ صفحہ ۸۸، بحوالہ حیات نور صفحہ ۴۰۰)

(۹)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک مخلص صحابی میاں غلام حسین صاحب سکنہ عارف والا ضلع ساہی وال کا حلفیہ بیان ہے۔

''خاکسار کو رویا میں دکھایا گیا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر حضرت ام المومنینؓ کی جھولی میں آ پڑا ہے۔ پھر دوسری رویا میں دکھایا گیا کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے ان کی نصرت ہو گی اور ان پر وحی بھی نازل ہو گی۔ یہ دونوں خوابیں میں نے لکھ کر حضرت خلیفہ اوّلؓ کے حضور بھیج دیں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ ''آپ کی خوابیں مبارک ہیں۔'' پھر جب میں قادیان جلسہ سالانہ پر گیا تو علیحدگی میں بندہ نے روبرو میاں عبدالحی مرحوم حضرت خلیفۃ اوّلؓ سے عرض کیا کہ یا حضرت! جو خوابیں میں نے آپ کو تحریر کی تھیں ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ اور میاں عبدالحی صاحب مرحوم چارپائی پر بیٹھے تھے اور میں نیچے پیہڑی پر بیٹھا تھا۔ حضور نے جھک کر مجھ کو فرمایا ''اسی لئے تو اس کی ابھی سے مخالفت شروع ہو گئی ہے۔'' پھر میں نے عرض کیا یا حضرت! سچے کا نشان بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہو آپ نے فرمایا ہاں سچے کا یہی نشان ہوتا ہے۔''

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۸ء بحوالہ حیات نور صفحہ ۴۰۱)

(۱۰)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا اپنا بیان ہے کہ

''حضرت خلیفہ اوّلؓ کی وفات کے بعد میرا منشاء نہیں تھا کہ میں عورتوں میں درس دیا کروں۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ بہت ہی بڑی ہمت کا کام ہے کہ ایسے عظیم الشان والد کی وفات کے تیسرے روز ہی امۃ الحی نے مجھ کو رقعہ لکھا۔ اس وقت میری ان سے شادی نہیں ہوئی تھی کہ مولوی صاحب مرحوم ہمیشہ عورتوں میں قرآن کریم کا درس دیا کرتے تھے۔ اب آپ کو خدا تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ مولوی صاحب نے اپنی آخری جماعت میں مجھے وصیت فرمائی تھی کہ میرے مرنے کے بعد میاں صاحب سے کہہ دینا کہ وہ عورتوں میں درس دیا کریں۔ اس لئے میں اپنے والد کی وصیت آپ تک پہنچاتی ہوں وہ کام جو میرے والد صاحب کیا کرتے تھے اب آپ اس کو جاری رکھیں۔''

(الفضل یکم فروری ۱۹۳۸ء بحوالہ حیات نور صفحہ ۴۰۲)

نوٹ:۔ یہ اصل خط اب بھی محفوظ ہے۔

(۱۱)

''ایک شخص نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے مصافحہ کیا تو آپ نے اسے فرمایا۔ میاں صاحب سے بھی مصافحہ کر لو شاید ہمارے بعد ان کے ہاتھ پر تمہیں بیعت کرنی پڑے۔''

(الفضل ۴ راگست ۱۹۳۷ء بحوالہ تاریخ احمدیت حصہ چہارم)

مندرجہ بالا واقعات سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ وہبی علم کی بناء پر یقین رکھتے تھے کہ آپؓ کے بعد ہونے والے امام اور خلیفہ سیّدنا محمودؓ ہوں گے۔

(۱۲)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کی نظر میں سیّدنا المصلح الموعودؓ

کی کس قدر عزّت اور قدر و منزلت تھی اور آپ کی مقدس شخصیت سے کتنے متاثر تھے۔ آپ کے مندرجہ ذیل ارشادات سے مترشح ہوتا ہے۔

(ا) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی آپ سیّدنا حضرت محمودؓ کی نیکی تقویٰ کے پیش نظر کوشش فرماتے رہے کہ آپ کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے کہ آپ خلافت کے بارگراں کو سنبھال سکیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا۔

''میں نے اسی فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہو گی اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد وہ میرا بھائی بھی ہے اور بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قربت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔''

(بدر ۳ رجون ۱۹۰۸ء بحوالہ حیات نور صفحہ ۲۴۰، صفحہ ۲۴۲)

پھر آپ نے ۲۷ رمئی ۱۹۰۸ء کو بیعت کے بعد پہلی تقریر میں فرمایا۔

''میں چاہتا تھا کہ حضرت کا صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا اور اسی واسطے میں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا۔''

(بدر ۲ رجون ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

حضرت خلیفہ اوّلؓ کو حضرت خلیفہ ثانیؓ سے بے پناہ اُنس تھا۔ جب حضرت صاحبزادہ صاحب آپ کی مجلس میں جاتے تو آپ کھڑے ہو جاتے اور اپنی مسند پر آپ کو بٹھاتے۔ کبھی اچھی اچھی کتابیں منگوا کر دیتے بعض اوقات فرماتے۔

''میاں! جب قرآن کریم کا سبق پڑھتے ہیں تو بہت سی آیات مجھے حل ہو جاتی ہیں۔ جن باریکیوں کو

یہ پہنچ جاتے ہیں میرا واہمہ بھی وہاں تک نہیں پہنچتا۔''

(تاریخ احمدیت جلد چہارم صفحہ ۶۷ بحوالہ الحکم جوبلی نمبر ۸۰)

سیّدنا حضرت خلیفہ ثانیؓ کا بیان ہے کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ کے پاس چونکہ میرے ساتھ حافظ روشن علی صاحبؓ بھی پڑھا کرتے تھے اور وہ اکثر سوالات بھی کیا کرتے تھے۔ مجھے بھی شوق پیدا ہوا۔ تو میں نے بھی سوالات شروع کر دیئے۔ ایک دو روز تو آپ نے برداشت کیا تیسرے روز فرمانے لگے۔

''میاں! حافظ صاحب تو مولوی ہیں وہ سوال کرتے ہیں تو میں جواب بھی دے دیتا لیکن تمہارے سوالات کا میں جواب نہیں دوں گا مجھے جو کچھ آتا ہے تمہیں بتا دیتا ہوں اور جو نہیں آتا وہ بتا نہیں سکتا۔ تم بھی خدا کے بندے ہو۔ میں بھی خدا کا بندہ ہوں۔ تم بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہو اور میں بھی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہوں۔ اسلام پر اعتراضات کا جواب دینا صرف میرا ہی کام نہیں تمہارا بھی فرض ہے کہ تم سوچو اور اعتراضات کے جوابات دو مجھ سے مت پوچھا کرو۔'' (حیات نور صفحہ ۵۷۹)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد مختلف دوستوں نے اعتراضات کے جوابات لکھے تو سیّدنا حضرت محمودؓ نے ایک مضمون ''صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے'' تحریر فرمایا۔ یہ مضمون پڑھ کر آپؓ نے مولوی محمد علی صاحب کو کہا۔

''مولوی صاحب! مسیح موعود کی وفات پر مخالفین نے جو اعتراض کئے ہیں ان کے جواب میں تم نے بھی لکھا ہے اور میں نے بھی مگر میاں ہم دونوں سے بڑھ گیا ہے۔ پھر یہی کتاب (یعنی ''صادقوں کی روشنی کو کون دُور کر سکتا ہے'') حضرت مولوی صاحب نے بذریعہ رجسٹری مولوی محمد حسین بٹالوی کو بھیجی۔ وہ کیوں! محمد حسین نے کہا تھا کہ مرزا صاحب کی اولاد اچھی نہیں ہے اس لئے یہ کتاب بھیج کر حضرت مولوی صاحبؓ نے اُن کو لکھوایا کہ حضرت مرزا صاحب کی اولاد میں سے ایک نے تو یہ کتاب لکھی ہے جو میں تمہاری طرف بھیجتا ہوں۔ تمہاری اولاد میں سے کسی نے کوئی کتاب لکھی ہو تو مجھے بھیج دو۔''

(حیات نور صفحہ ۴۱۵)

(ب) سیّدنا محمودؓ کی نیکی اور تقویٰ ہی تھا کہ ایک مرتبہ جب آپؓ بیمار ہوئے تو حضرت میاں صاحب سے فرمایا کہ

''میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کرو۔ چنانچہ آپ نے دعا کی۔''

(الفضل ۱۰؍نومبر ۱۹۱۱ء)

ج۔ سیّدنا حضرت محمودؓ کی کامل فرمانبرداری اور فدائیت کے بارہ میں احمدیہ بلڈنگس کی تاریخی تقریر میں آپؓ نے فرمایا۔

''اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے۔ ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا اور محسن کا بیٹا ہے۔''

(حیاتِ نور صفحہ ۵۵۸)

پھر فرماتے ہیں۔

''مرزا صاحب کی اولاد دل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خاں کرتا ہے تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔ میں کسی لحاظ سے نہیں کہتا بلکہ میں ایک امر واقعہ کا اعلان کرتا ہوں۔

(حیات نور صفحہ ۵۵۸)

اس کے بعد فرمایا

''میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ میرا سچا فرمانبردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمانبردار نہیں۔ مگر نہیں۔ میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمانبردار ہے۔ اور ایسا فرمانبردار کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔''

(حیات نور صفحہ ۵۵۸)

(د) مکرم مولوی ظہور حسین صاحب مجاہد بخارا کا بیان ہے کہ

''حضرت خلیفہ اوّلؓ کی مجلس میں جب بھی حضرت صاحبزادہ میاں محمود احمد صاحب تشریف لاتے تو حضور ان کے لئے آدھا گدیلا خالی کر دیتے اور اس پر بیٹھنے کا ارشاد فرماتے۔''

(حیات نور صفحہ ۵۹۱)

(ر) سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس مبارک اور مبشر اولاد سے کس قدر محبت تھی اس کا اندازہ آپ کے اس فرمودہ سے ہوتا ہے۔ آپ نے اپنے فرزند میاں عبدالحی صاحبؓ کو اپنی وفات سے قبل یہ نصیحت فرمائی۔

''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا ایمان ہے اور اس پر مرتا ہوں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب اصحاب کو میں اچھا سمجھتا ہوں۔ حضرت مرزا غلام احمد کو مسیح موعود اور خدا کا برگزیدہ انسان سمجھتا ہوں۔ مجھے ان سے اتنی محبت تھی کہ جتنی میں نے ان کی اولاد سے کی۔ تم سے نہیں کی۔''

(حیات نور صفحہ ۶۹۸)

(س) مکرم شوق محمد صاحب آف لاہور کا بیان ہے کہ

''حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ حضرت میاں صاحب کے لئے اکثر یہ دعا کرتے تھے۔ کہ ''اے مولا! اے میرے قادر مطلق مولا! اس کو زمانہ کا امام بنادے۔'' بعض اوقات فرماتے ''اس کو سارے جہاں کا امام بنا دے۔'' مجھ کو حضور کا یہ فقرہ اس لئے چبھتا کہ آپ کسی اور کے لئے ایسی دُعا نہیں کرتے۔ صرف ان کے لئے کرتے ہیں۔ چونکہ طبیعت میں شوخی تھی۔ اس لئے میں نے ایک روز کہہ دیا کہ آپ میاں صاحب کے لئے اس قدر عظیم الشان دُعا کرتے ہیں کسی اور

کے لئے اس قسم کی دعا کیوں نہیں کرتے۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ اس نے تو امام ضرور بننا ہے۔ میں تو صرف حصولِ ثواب کے لئے دُعا کرتا ہوں۔ ورنہ اس میں میری دُعا کی ضرورت نہیں۔''

(حیات نور صفحہ ۵۹۲)

مذکورہ بالا واقعات اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے ارشادات سے پوری طرح واضح اور عیاں ہے کہ سیّدنا حضرت محمود رضی اللہ عنہ کا مبارک اور مقدس وجود ہی پیشگوئی مصلح موعود کا حقیقی مصداق اور قدرت ثانیہ کا مظہر ہے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ کی روحانی بصیرت اور علم لدنی نے بہت پہلے ہی بھانپ لیا تھا کہ یہی مظہر و مقدس وجود ہوگا جو ان کے بعد حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے مشن کی تکمیل اور غلبہ اسلام کا عظیم الشان فریضہ سرانجام دے گا۔

(بشکریہ مجلّہ الجامعہ)

بقیہ صفحہ 21

کہ اب میں محفوظ ہوگیا۔ یہ ہوسکتا ہے کہ ہم کو جب تک صحیح راستہ معلوم نہ ہو۔ ان لوگوں کے مسلمان بنانے پر زیادہ زور دیں۔ مگر یورپ میں ایسے مشن رکھنے پر زیادہ زور نہ دیں۔ مگر یورپ میں ایسے مشن رکھنے جو ہر وقت حالات کو تاڑتے رہیں اور موقع کے منتظر رہیں۔ نہایت ضروری ہیں۔ قرآن کریم حکم دیتا ہے۔ وَرَابِطُوْا۔ ہمیشہ دشمن کی سرحد پر اپنے آدمی رکھو۔ جو اس کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہیں۔ جس دن مسلمانوں نے اس حکم سے غفلت کی اسی دن سے وہ تباہ ہونے لگے اور اگر تم بھی روپیہ کے خرچ سے ڈر کر یا کسی اور سبب سے ایسا کرو گے تو تم بھی تباہ ہوگے۔ خدا تم کو بچائے اور تمہارا حافظ و ناصر ہو۔

☆☆☆☆☆

بیعت کے بعد پہلا خطابِ عام

حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے مسندِ خلافت پر رونق افروز ہوتے ہی جو ایمان افروز تقریر فرمائی اس نے مبایعین کے قلوب سکینت سے بھر دیئے۔ آپ نے تقریر کی ابتداء ان الفاظ میں فرمائی۔

''اَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ: سنو! دوستو! میرا یقین اور کامل یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ میرے پیارو! پھر میرا یقین ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول اور خاتم الانبیاء ہیں۔ میرا یقین ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی شخص نہیں آسکتا جو آپؐ کی دی ہوئی شریعت میں سے ایک شوشہ بھی منسوخ کر سکے میرے پیارو! میرا وہ محبوب آقا سیّد الانبیاء ایسی عظیم الشان شان رکھتا ہے کہ ایک شخص اس کی غلامی میں داخل ہوکر کامل اتباع اور وفاداری کے بعد نبیوں کا رتبہ حاصل کرسکتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ایسی شان اور عزّت ہے کہ آپ کی سچی غلامی میں نبی پیدا ہوسکتا ہے۔ یہ میرا ایمان ہے اور پورے یقین سے کہتا ہوں پھر میرا یقین ہے کہ قرآن مجید وہ پیاری کتاب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے اور وہ خاتم الکتب اور خاتم شریعت ہے۔ پھر میرا یقین کامل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام وہی نبی تھے جس کی خبر مسلم میں ہے اور وہی امام تھے جس کی خبر بخاری میں ہے۔ میں پھر کہتا ہوں کہ شریعت اسلامی میں کوئی حصہ اب منسوخ نہیں ہوسکتا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی اقتداء کرو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں اور کامل تربیت کا نمونہ تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دوسرا جو اجماع ہوا وہ وہی خلافتِ حقہ راشدہ کا سلسلہ ہے خوب غور سے دیکھ لو اور تاریخ اسلام میں پڑھ لو کہ جو ترقی اسلام کی خلفائے راشدین کے زمانہ میں ہوئی جب وہ خلافت محض حکومت کے رنگ میں تبدیل ہوگئی تو گھٹتی گئی۔ یہاں تک کہ اَب جو اسلام اور اہل اسلام کی حالت ہے تم دیکھتے ہو تیرہ سو سال کے بعد اللہ تعالیٰ نے اسی منہاج نبوت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کے موافق بھیجا۔ اور ان کی وفات کے بعد پھر وہی سلسلہ خلافتِ راشدہ کا چلا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح مولانا مولوی نور الدین صاحب (ان کا درجہ اعلیٰ علّیین میں ہو اللہ تعالیٰ کروڑوں کروڑ رحمتیں اور برکتیں ان پر نازل کرے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی محبت ان کے دل میں بھری ہوئی اور ان کے رگ و ریشہ میں جاری تھی۔ جنت میں بھی اللہ تعالیٰ انہیں پاک وجودوں اور پیاروں کے قرب میں آپ کو اکٹھا کرے) اس سلسلہ کے پہلے خلیفہ تھے اور ہم سب نے اسی عقیدہ کے ساتھ ان کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ پس جب تک یہ سلسلہ چلتا رہے گا اسلام مادی اور روحانی طور پر ترقی کرتا رہے گا......

میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرے دل میں ایک خوف ہے اور اپنے وجود کو بہت ہی کمزور پاتا ہوں۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم اپنے غلام کو وہ کام مت بتاؤ جو وہ کر نہیں سکتا تم نے مجھے اس وقت غلام بنانا چاہا ہے۔ تو وہ کام مجھے نہ بتانا جو مَیں نہ کرسکوں۔ میں جانتا ہوں کہ میں کمزور اور گنہگار ہوں مَیں کس طرح دعویٰ کرسکتا ہوں کہ دنیا کی ہدایت کرسکوں گا اور حق اور راستی کو پھیلا سکوں گا ہم تھوڑے ہیں اور اسلام کے دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ ہے مگر اللہ تعالیٰ کے فضل اور کرم اور غریب نوازی پر ہماری امیدیں بے انتہاء ہیں تم نے یہ بوجھ مجھ پر رکھا ہے تو سنو اس ذمہ داری سے عہدہ برآ ہونے کے لئے میری مدد کرو اور وہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ سے فضل اور توفیق چاہو اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور فرمانبرداری میں میری اطاعت کرو مَیں انسان ہوں اور کمزور انسان مجھ سے کمزوریاں ہوں گی تو تم چشم پوشی کرنا تم سے غلطیاں ہوں گی تو میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر عہد کرتا ہوں کہ میں چشم پوشی اور درگذر کروں گا اور میرا اور تمہارا متحد کام اس سلسلہ کی ترقی اور اس سلسلہ کی غرض و غایت کو عملی رنگ میں پیدا کرنا ہے پس اب جو تم نے میرے ساتھ ایک تعلق پیدا کیا ہے اس کو وفاداری سے پورا کرو تم مجھ سے اور میں تم سے چشم پوشی خدا کے فضل سے کرتا رہوں گا۔ تمہیں امر بالمعروف میں میری اطاعت اور فرمانبرداری کرنی ہو گی۔...... ہاں میں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں کہ امرِ معروف میں میری خلاف ورزی نہ کرنا اگر اطاعت اور فرمانبرداری سے کام لو گے اور اس عہد کو مضبوط کرو گے تو یاد رکھو اللہ تعالیٰ کا فضل ہماری دستگیری کرے گا۔ اور ہماری متحد دعائیں کامیاب ہوں گی۔...... جس کام کو مسیح موعودؑ نے جاری کیا تھا اپنے موقع پر وہ امانت میرے سپرد ہوئی ہے پس دعائیں کرو اور تعلقات بڑھاؤ اور قادیان آنے کی کوشش کرو اور بار بار آؤ۔ میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے سنا اور بار بار سنا ہے کہ جو یہاں بار بار نہیں آتا۔ اندیشہ ہے کہ اس کے ایمان میں نقص ہو۔ اسلام کا پھیلانا ہمارا پہلا کام ہے۔ مل کر کوشش کرو تاکہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں اور فضلوں کی بارش ہو۔ میں پھر تمہیں کہتا ہوں پھر کہتا ہوں اور پھر کہتا ہوں اب جو تم نے بیعت کی ہے اور میرے ساتھ ایک تعلق حضرت مسیح موعودؑ کے بعد قائم کیا ہے اس تعلق میں وفاداری کا نمونہ دکھاؤ اور مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھو میں ضرور تمہیں یاد رکھوں گا۔ ہاں یاد رکھتا بھی رہا ہوں۔ کوئی دعا میں نے آج تک ایسی نہیں کی جس میں مَیں نے سلسلہ کے افراد کے لئے دعا نہ کی ہو۔ مگر اب آگے سے بھی زیادہ یاد رکھوں گا مجھے کبھی پہلے بھی دُعا کے لئے کوئی ایسا جوش نہیں آیا جس میں احمدی قوم کے لئے دعا نہ کی ہو۔ پھر سنو کہ کوئی کام ایسا نہ کرو جو اللہ تعالیٰ کے عہد شکن کیا کرتے ہیں۔ ہماری دعائیں یہی ہوں کہ ہم مسلمان جئیں اور مسلمان مریں۔ آمین'' (تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۱۱۵)

حضرت مصلح موعود کا پہلا سفر یورپ اور تبلیغ اسلام کی شدید تڑپ

1924 میں حضرت المصلح موعودؓ نے یورپ کا سفر اختیار کیا اور دوران سفر بحری جہاز سے جماعت کے نام ایک خط میں اپنے سفر کے اغراض و مقاصد جماعت کے سامنے رکھے۔ یہ خط دنیا کے کناروں تک تبلیغ اسلام کے لئے آپ کی شدید تڑپ کو اُجاگر کرتا ہے۔ یہ خط 27/جولائی 1924ء کو لکھا گیا۔

تبلیغ اسلام کی یہ تڑپ آپ کو بچپن سے ہی تھی اور خود پیشگوئی کے الفاظ بھی واضح طور پر بتا رہے تھے کہ وہ غیر معمولی وجود ہوگا اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔

اور پھر اس کے ساتھ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی وہ دعائیں بھی تھیں جو آپ نے اپنی اولاد کے لئے روزانہ کا معمول بنایا ہوا تھا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک صحابی شیخ محمد اسماعیلؓ صاحب فرماتے ہیں۔

ہم نے بارہا حضرت مسیح موعود سے سنا ہوا ہے ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ وہ لڑکا جس کا پیشگوئی میں ذکر ہے وہ میاں محمود ہی ہے اور ہم نے آپ سے یہ بھی سنا کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ۔ میاں محمود میں اس قدر دینی جوش پایا جاتا ہے کہ میں بعض اوقات ان کے لئے خاص طور پر دعا کرتا ہوں۔

اس دینی جوش کی قبولیت کی مثال شیخ غلام احمد واعظ اپنے الفاظ میں یوں بیان کرتے ہیں۔

’’ایک دفعہ میں نے یہ ارادہ کیا کہ آج کہ رات مسجد مبارک میں گزاروں گا۔ اور تنہائی میں اپنے مولیٰ سے جو چاہوں گا مانگوں گا۔ مگر جب میں مسجد پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کوئی شخص سجدے میں پڑا ہوا ہے اور الحاح سے دعا کر رہا ہے۔ اس کے اس الحاح کی وجہ سے میں نماز بھی نہ پڑھ سکا۔ اور اس شخص کی دعا کا اثر مجھ پر بھی طاری ہو گیا۔ اور میں بھی دعا میں محو ہو گیا اور میں نے یہ دعا کی کہ یاالٰہی یہ شخص جو تیرے حضور سے جو کچھ بھی مانگ رہا ہے وہ اس کو دیدے اور میں کھڑا کھڑا تھک گیا۔ کہ یہ شخص سر اٹھائے تو معلوم کروں کہ یہ کون ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے پہلے وہ کتنی دیر سے آئے ہوئے تھے۔ مگر جب آپ نے سر اٹھایا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت میاں محمود احمد صاحب ہیں۔ میں نے السلام علیکم کی اور مصافحہ کیا اور پوچھا میاں آج اللہ تعالیٰ سے کیا کچھ لے لیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں نے تو یہی مانگا ہے کہ الٰہی مجھے میری آنکھوں سے اسلام کو زندہ کر کے دکھا۔ اور یہ کہہ کر آپ اندر تشریف لے گئے۔ (تاریخ احمدیت ج5 ص30)

یورپ میں تبلیغ اسلام کی جو تڑپ آپ کے اندر تھی وہ آپ کے الفاظ میں ہی پیش خدمت ہےجو کہ ہمارے لئے بھی بہت رہنمائی کا موجب ہوگی دعا ہے کہ خدا ہمیں آپ کی خواہشات اور تمناؤں پر پورا اترنے کی توفیق دے اور یہ خط آپ نے جماعت کو جہاز سے ہی لکھا تھا اور اس کا کچھ حصہ بحوالہ الفضل 16 اگست 1924ء پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضرت مصلح موعودؓ قمطراز ہیں:

اغراض سفر

جس کام کے لئے میں جا رہا ہوں وہ اپنی نوعیت میں بالکل نرالا ہے۔ ایسا نرالا کہ اب تک ہمارے بعض دوست بھی اس کو نہیں سمجھے۔ میں نے سنا کہ ایک دوست ریل میں ایک غیر احمدی کو سمجھا رہے تھے۔ کہ ان کے ولایت جانے کی غرض تبلیغ اسلام ہے حالانکہ گو تبلیغ اسلام ہر ایک کا فرض ہے اور میرا بھی مگر جیسا کہ میں نے بوضاحت لکھا ہے تبلیغ کے لئے باہر جانا خلیفہ کے لئے درست نہیں اس کا اصل کام تبلیغ کی نگرانی ہے۔ اس کا مبلغ کے طور پر باہر جانا سلسلہ کے لئے ایسی خطرناک مشکلات پیدا کر سکتا ہے۔ جن سے باہر نکلنا مشکل ہو جائے۔ پس یہ سفر تبلیغ کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ تبلیغ کی مشکلات کو معلوم کرنے اور ایسا مقامی علم حاصل کرنے کے لئے ہے جو آئندہ مغربی ممالک میں تبلیغ کرنے کے لئے مد ہو۔ اور ان خطرناک آفات کو معلوم کرنے اور ان کا علاج دریافت کرنے کے لئے جو مغربی ممالک میں اسلام کے پھیلنے کے ساتھ ہی پیدا ہونے والی ہیں۔ اور جن کو اگر پہلے سے مدنظر نہ رکھا گیا۔ تو اسلام کا مغرب میں پھیلنا۔ اسلام کی تباہی کا موجب ہوگا۔

کام کی مشکلات

ان مشکلات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے۔ کہ وہ ممالک جو اسلامی کہلاتے ہیں۔ وہ بھی یورپ کی تہذیب کے اثر کے نیچے پردہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ عورت اور مرد کے اکٹھے ناچ کا ان میں رواج پایا جاتا ہے۔ سود عام ہو چکا ہے۔ جب یہ اثر یورپ کے لوگوں نے صرف ملاقات سے ان مسلمان قوموں پر ڈال دیا ہے جو نسلاً بعد نسلٍ مسلمان چلی آتی ہیں اور جو اس سے پہلے اسلامی احکام کی عادی ہو چکی تھیں۔ تو

کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ یہ تو میں مسلمان ہو کر ان عادات کو چھوڑ دیں گی۔ لیکن اگر یہ مسلمان ہو کر ان عادات کو قائم رکھیں تو یقیناً دوسری اسلامی دنیا جو اس وقت تک اسلامی احکام پر قائم ہے ان کو مسلمان بھائی خیال کر کے اپنی پہلی حالت کو بدل دے گی۔ کیونکہ یورپ کو دنیا کے خیالات پر ایسی حکومت ہے کہ وہ مسمریزم سے مشابہ معلوم ہوتی ہے۔ جب یورپ مسلمان ہوگا۔ تو مسلمانوں پر اس کے خیالات کا اثر اور بھی بڑھ جائے گا۔ اور جس بات کو یورپ معمولی کہے گا وہ بھی معمولی سمجھنے لگیں گے۔

وجاہت کا اثر

وجاہت کا دنیا پر بڑا اثر ہوتا ہے۔ اپنے اندر ہی دیکھ لو۔ خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کو وجاہت حاصل تھی۔ جماعت کے ایک حصہ کو انہوں نے کس طرح تباہ کر دیا۔ بعض لوگ واقع میں مخلص تھے۔ اور حضرت مسیح موعود کے دعوؤں پر ایمان رکھتے تھے۔ مگر ان کی وجاہت کے اثر کے نیچے جن باتوں کو انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہیں۔ انہوں نے بھی کہہ دیا ٹھیک ہے۔ اگر یورپ کے مالدار اور فلاسفر مسلمان ہو گئے۔ اور دنیا کی شان و شوکت نے مسلمانوں کی آنکھوں کو چندھیا دیا۔ تو اس وقت اگر یورپ کے نومسلموں نے کہا کہ پردہ سے مراد صرف اس وقت کی ضرورتوں کا پورا کرنا۔ اور بعض فسادوں سے بچنا تھا۔ تو تمام عالم اسلام کہے گا سبحان اللہ کیا نکتہ نکالا ہے۔ اور اگر اس نے یہ کہا کہ سود سے مراد بھی صرف وہ قرض ہے جو مصیبت زدہ لیتا ہے۔ اس کو بے شک بغیر سود کے دینا چاہیئے۔ لیکن جو روپیہ لوگ تجارتوں اور جائیدادوں کے بڑھانے کے لئے لیتے ہیں اس پر کیوں روپیہ قرض دینے والا نفع نہ لے۔ یہ سود نہیں۔ تو سب لوگ کہیں گے کہ واہ واہ نہایت پر حکمت بات نکالی ہے۔ پس ہم دو آ گوں میں ہیں۔ اگر ہم یورپ کو مسلمان نہیں کرتے تب اسلام خطرہ میں ہے۔ اور اگر اپنے کو مسلمان نہیں کرتے تب اسلام خطرہ میں ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اس مسئلہ پر جس پر جس قدر بھی غور کریں عقل اور حیران ہوتی جاتی ہے۔ ہر ممکن پہلو سے غور کریں اور کوئی ایسی تدبیر نکالیں جس سے یہ دقتیں دور ہوں اور مغربی ممالک اسلام کو قبول بھی کر لیں اور اسلام کی اصل شکل کو بھی نقصان نہ پہنچے۔

کام کے نظام اور کام میں فرق

چونکہ مسلمانوں میں سے عموماً اور ہندوستان سے خصوصاً حکومت جاتی رہی ہے اور اس وجہ سے حکومت کی روح بھی نہیں رہی۔ اس لئے لوگ ان باتوں کے سمجھنے کے قابل ہی نہیں رہے۔ وہ اس امر کو تو سمجھ سکتے ہیں۔ کہ کوئی کام عارضی طور پر کر کے ہم اس سے فائدہ اٹھالیں۔ لیکن وہ اس امر کو نہیں سمجھ سکتے۔ کہ ایک کام یہ بھی ہوتا ہے۔ کہ کام کے کرنے کے طریق کا فیصلہ کیا جائے۔ ان کے نزدیک یہ بات ہر شخص فوراً سمجھ سکتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایشیائی لوگ ہمیشہ اپنی کوششوں میں ناکام رہتے ہیں۔ مغربی لوگ جو کام شروع کرتے ہیں پہلے اس کام کے سب پہلوؤں پر نظر ڈالتے ہیں اور اس کی مشکلات کو حل کرنے کی تدبیریں سوچتے ہیں۔ پھر اس کام کو کرتے ہیں۔ اور اس وجہ سے اکثر کامیاب بھی ہوتے ہیں۔ جب تک یہ مرض ایشیائیوں کے دل سے دور نہ ہوگی کہ ایک منٹ کے فکر کے بعد جو خیال ان کے دل میں آ جائے وہ سکیم نہیں کہلاتی۔ بہت سی باریک باتیں ہوتی ہیں جو لمبے غور اور بڑے تجربہ سے معلوم ہوتی ہیں اس وقت تک وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

ایک عام بیماری

ہمارے ملک میں عام بیماری ہے کہ ایک شخص جو عمر بھر کسی کام میں صرف کر دیتا ہے۔ اس کی رائے کے مقابلہ میں ایک ناتجربہ کار آدمی جھٹ اپنی رائے کو پیش کر دے گا اور سمجھ لے گا۔ کہ دو منٹ بات سن کر میں نے سب باتیں معلوم کر لی ہیں۔ اور یہ بیماری اس خیال کا نتیجہ ہے کہ وہ کام کے نظام اور کام میں فرق نہیں سمجھ سکتے۔ کام معمولی آدمی بھی کر سکتے ہیں۔ مگر کاموں کا نظام صرف بہت بڑے ماہر بڑے غور کے بعد تجویز کر سکتے ہیں۔ ایک عمارت کا نقشہ ایک ماہر فن تجویز کرتا ہے اور بنا ایک مستری بھی لیتا ہے۔

سفر کی غرض پر انگریزوں کو تعجب

خلاصہ یہ کہ ہمارے کام کی مشکلات میں سے ایک یہ مشکل ہے۔ کہ اس کی اہمیت کو لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ حتیٰ کہ ابھی اپنی جماعت کے بعض لوگ بھی اس کو نہیں سمجھ سکتے۔ مگر یورپ کے لوگ فوراً سمجھ جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ ان کاموں کے عادی ہیں۔ اس قدر عرصہ سے ہم یورپ میں تبلیغ کر رہے ہیں۔ کبھی اس پر انگریزوں نے تعجب نہیں کیا۔ لیکن میرے سفر کی غرض معلوم کر کے تمام تعجب کر رہے ہیں۔ مکرمی ذوالفقار علی خاں صاحب ایک کام کے لئے پچھلے دنوں شملہ گئے تھے۔ وہاں گورنمنٹ کے مختلف انگریز وزراء سے ان کی گفتگو ہوئی۔ وہ شوق سے اس سفر کی غرض دریافت کرتے اور جب غرض کو معلوم کرتے تو سخت حیرت کا اظہار کرتے۔ اور میری نسبت پوچھتے کہ کیا وہ اس کام کو ممکن خیال کرتے ہیں۔ بلکہ ایک وزیر نے تعجب سے کہا کہ کیا تم یہ خیال کرتے ہو کہ یورپ مسلمان ہو کر پردہ کو بھی تسلیم کرے گا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ جہاز پر جو انگریز اس کو سنتا ہے سخت تعجب

کرتا ہے۔ ایک انگریز سے بعض دوستوں کی گفتگو ہوئی۔ جب اس نے سفر کی وجہ سنی تو حیران ہو کر پوچھنے لگا کہ کیا آپ کو کے نیوٹ کا قصہ معلوم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں۔ تو کہنے لگا کہ یہ ویسی ہی بات ہے۔

ایک بادشاہ کا قصہ

کے نیوٹ ایک انگریز بادشاہ تھا اس کو خدا تعالیٰ نے بہت اقبال دیا تھا۔ ایک دن سمندر کے کنارے بیٹھا تھا۔ اس کے درباریوں نے خوشامد کے طور پر کہنا شروع کیا کہ تمہاری حکومت تو زمین اور سمندر بھی مانتے ہیں۔ وہ دانا بادشاہ تھا۔ اس نے اپنی کرسی سمندر کے کنارے پر بچھائی اور وہاں بیٹھ گیا۔ وہ وقت مد کا تھا۔ جس وقت سمندر میں جوش آتا ہے اور وہ میل میل خشکی پر چڑھ جاتا ہے لہریں اٹھنے لگیں اور پانی کرسی کے گرد اونچا ہونے لگا۔ کے نیوٹ ظاہر میں غصہ کی شکل بنا کر لہروں کو حکم دیتا کہ پیچھے ہٹ جاؤ مگر پانی بڑھتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ بادشاہ کے ساتھیوں کو جان کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ اس وقت بادشاہ اٹھ کر خشکی کی طرف آیا۔ اور درباریوں سے کہا کہ دیکھا کہ تم کس قدر جھوٹ کہتے تھے۔

قصہ کا مطلب

اس کا یہ مطلب تھا کہ جس طرح کے نیوٹ بادشاہ کے حکم سے باوجود اس کے اقتدار کے سمندر پیچھے نہیں ہٹتا تھا۔ اسی طرح یورپ کو ایشیائی طریق کا مسلمان بنانا ناممکن ہے۔ وہ کسی تدبیر سے اس امر کو قبول نہیں کر سکتا۔ مگر ادھر تو اس سفر پر انگریزوں کو اس قدر تعجب ہے ادھر ہم دیکھتے ہیں۔ کہ محض تبلیغ پر انہوں نے کبھی تعجب نہیں کیا۔ وجہ یہی ہے کہ وہ جانتے ہیں کہ منہ سے اسلام کا اقرار کر کے اسلام سے ایک ظاہری تعلق تو یورپ کا کرایا جا سکتا ہے مگر اسلام کے تمدن کا ان کو عادی بنا دینا ناممکن ہے۔

یورپ کے اسلامی تمدن کو قبول کرنے کا خطرہ

مگر جیسا کہ میں بتا چکا ہوں اگر یہی بات ہو کہ یورپ اسلام کو قبول کر لے۔ مگر اس کے تمدن کو قبول نہ کرے۔ تو یہ کیسی خطرناک بات ہوگی۔ اسلام جو تیرہ سو سال سے بالکل محفوظ چلا آیا ہے۔ اس کی شکل کس طرح بدل جائے گی۔ اور مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کی غرض کس طرح باطل ہو جائے گی۔ تم یہ نہیں کہہ سکتے کہ پھر یورپ میں تبلیغ کے کام کو چھوڑ دو۔ کیونکہ یورپ کسی غیر معروف بے کس آدمی کا نام نہیں جو اپنے گھر میں بیٹھ رہتا ہے اس کو اگر ہم اکیلا چھوڑ دیں تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ یورپ ایک زندہ طاقت کا نام ہے۔ جس کی مثال اس ریچھ کی ہے۔ جسے چھوڑنے کے لئے مسافر تو تیار تھا۔ مگر وہ مسافر کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ تھا۔ یورپ کا مذہب۔ یورپ کا تمدن۔ یورپ کا علم دنیا کو کھا رہا ہے اور کھاتا چلا جا رہا ہے۔ ہمارا اس کو چھوڑ دینا یہ مطلب رکھتا ہے کہ ہم اسے چھوڑ دیں کہ وہ اسلام کا جو کچھ باقی رہ گیا ہے اس کو بھی کھا جائے۔ اور ہماری تبلیغ کا میدان بالکل تنگ ہو جائے۔ ہم جس قدر آدمیوں کو ایک سال میں احمدی بناتے ہیں۔ اس سے کئی گنے لوگوں کو یورپ اپنا شکار بنا لیتا ہے۔ پھر یورپ کی تصنیف کردہ کتب ہمارے بچے بھی پڑھتے ہیں۔ اور ان سے متاثر ہونے کے خطرہ میں ہیں۔ بس یہ بالکل ناممکن ہے کہ ہم یورپ کو چھوڑ دیں۔

یورپین تمدن چھوڑنے میں مشکلات

اب دوسری صورت یہ ہے کہ ہم یورپ میں سرنگ لگانی شروع کر دیں۔ اور اس کے بغیر ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں مگر یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ایک دن میں چار پانچ کروڑ لوگ مسلمان ہو جائیں اور ان کا الگ انتظام قائم ہو جائے۔ وہ الگ اپنی سوسائٹی قائم کر لیں۔ لیکن اگر ایک ایک دو دو کر کے لوگ مسلمان ہوں تو وہ یورپ میں رہ کر یورپ کے تمدن کو چھوڑنا چاہیں بھی تو نہیں چھوڑ سکتے مثلاً پردہ ہے اول تو وہاں برادری اور دوستوں کے طنز کی برداشت ہی نومسلم کے لئے ناممکن ہے اور اگر وہ تیار ہو تو پھر وہاں کے مکانات روک ہیں۔ پردہ کرنے والے ملکوں میں مکان ایسے بنائے جاتے ہیں کہ عورتیں گھروں میں رہ کر بھی ہوا کھا سکیں۔ صحن ضرور ہوتے ہیں۔ مگر یورپ میں الگ صحن کا رواج نہیں۔ صرف کمروں میں لوگ رہتے ہیں۔ اب خیال کرنا کہ ایک نومسلم رات اور دن ایک کمرہ میں بیٹھی رہے بالکل عقل کے خلاف ہے۔ پھر ایک اور سوال یہ ہے کہ وہاں گذارہ اس قدر گراں ہے کہ مرد کو سارا دن محنت کرنی پڑتی ہے۔ اور وہ گھر کے کام میں عورت کی مدد نہیں کر سکتا۔ عورت اگر سودا نہ لائے۔ تو گھر کا کام چل نہیں سکتا وہ پردہ کرے تو گھر کا سودا کس طرح لائے۔ بے شک وہ نقاب سے کام لے سکتی ہے۔ اور عورت کو سودا خریدنا منع نہیں ہے۔ مگر پھر اور دقت ہے۔ اور وہ یہ کہ یورپ ہندوستان کی طرح نہیں۔ وہاں گلیوں میں اس قدر موٹر چلتا رہتا ہے کہ جب تک آنکھیں پھاڑ کر اور ہوشیار ہو کر آدمی نہ چلے اس کی جان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ ایک ایک شہر میں سینکڑوں آدمی ہر سال موٹروں کے نیچے آ کر مر جاتے ہیں۔ پس نقابیں پہن کر عورتوں کا پھرنا نہایت خطرناک ہے اور موجب ہلاکت ہے۔ چند مسلمان ہونے والی عورتوں یا مردوں کے لئے حکومتیں اپنے قانون نہیں بدلیں

گی۔ مکانوں والے اپنے مکان نہیں توڑ ڈالیں گے۔ پھر وہ لوگ کریں تو کیا کریں۔ یہ تو ایک چھوٹی سی مثال ہے۔ ورنہ سینکڑوں دقتیں ہیں۔ جو مغرب کی تبلیغ کے راستہ میں ہیں۔ اور جن میں سے بہت سی ایسی ہیں۔ کہ ان میں مغربی نومسلم مجبور معلوم ہوتا ہے۔ پس یہی ہوگا کہ وہ اسلام کو قبول کر کے بھی اپنی رسموں کو نہیں چھوڑے گا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد جب وہی کام کرتا رہے گا۔ جو وہ پہلے کرتا تھا۔ تو آہستہ آہستہ اس میں یہ خیال پیدا ہو جائے گا۔ کہ اس میں کوئی حرج نہیں اور نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ اسلام ایک بدلی صورت میں یورپ میں قائم رہے گا۔ اور ان سے آگے وہ اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ جس طرح یورپ نے مسیحیت کو تباہ کیا تھا۔ العیاذ باللہ وہ اسلام کو بھی دوستی کے جامہ میں تباہ کر دے گا۔

پس ہم دو آگوں میں ہیں۔ اور ہماری مثال وہی ہے کہ

نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن

اس مشکل کا علاج سوچنے کے لئے یا وہاں کے مقامی حالات معلوم کرنے کے لئے۔ تا کہ مبلغوں کی سختی سے نگرانی ہو سکے۔ اور جہاز کو چٹانوں میں سے بہ حفاظت گزارا جا سکے۔ اس سفر کی ضرورت پیش آئی ہے۔ اور غالباً اب آپ لوگ سمجھ گئے ہوں گے کہ کیسی مشکل غرض ہے۔ سوائے خدا تعالیٰ کی مدد کے ہم اس مشکل کو حل نہیں کر سکتے۔ مسلمان بنانا آسان ہے۔ مگر اسلام کو ان سے بچانا مشکل ہے۔ اور اس وقت میرے سفر کی یہی غرض ہے۔

یورپ میں اشاعت اسلام کے متعلق خطرہ

یورپ کے واقف کہتے ہیں۔ کہ یہ ناممکن ہے۔ یورپ ضرور اسلام لائے گا۔ مگر وہ ساتھ ہی اسلام کو بگاڑ دے گا اور اس کی شکل کو بالکل مسخ کر دے گا۔ بالکل ممکن ہے کہ یورپ میں چاروں طرف سے اللہ اکبر کی آوازیں آنے لگیں۔ اور سب جگہ گرجوں کی جگہ مسجدیں بن جائیں۔ لیکن یہ فرق ظاہر کا ہوگا۔ لوگ تثلیث کی جگہ توحید کا دعویٰ کریں گے۔ مسیح کی جگہ رسول کریم صلعم کی عزت زیادہ کریں گے۔ مسیح موعود پر ایمان لائیں گے۔ گرجوں کی جگہ مسجدیں بنائیں گے۔ مگر ان میں وہی ناچ گھر۔ وہی عورت اور مرد کا تعلق۔ وہی شراب۔ وہی سامان عیش نظر آئیں گے۔ یورپ یہی رہے گا۔ گو وہ بجائے عیسائی کہلانے کے مسلمان کہلائے گا۔ میری عقل یہی کہتی ہے کہ حالات ایسے ہیں۔ مگر میرا ایمان کہتا ہے کہ تیرا فرض ہے کہ تو اس مصیبت کو جو اگر اسلام پر نازل ہوئی تو اس کو کچل دے گی۔ دور کرنے کی کوشش کر۔ غور کر۔ اور فکر کر۔ اور دعا کر۔ پھر غور کر اور فکر کر۔ اور دعا کر۔ اور پھر غور کر اور فکر کر اور دعا کر۔ کیونکہ تیرا خدا بڑی طاقتوں والا ہے۔ شاید وہی کوئی درمیانی راہ نکال دے۔ اور اس تباہی کو جو اسلام کے سامنے ایک نئے رنگ میں کھڑی ہے دور کر دے۔ غیر احمدیوں کے لئے یہ دقت ہے کہ یورپ اپنی مخالفت سے ان کو تباہ کر دے گا۔ ہمارے لئے یہ مشکل ہے کہ یورپ اپنی دوستی سے ہمارے دین کو برباد کر دے گا۔ وہ تو اپنی حالت پر خوش ہیں۔ ہم لوگ خوش نہیں ہو سکتے۔ ان کو حکومتوں کی فکر ہے۔ اور ہمیں اسلام کی۔ پس ہمارا فرض ہے کہ اس مصیبت کے آنے سے پہلے اس کا علاج سوچیں۔ اور یورپ کی تبلیغ کے لئے ہر قدم جو اٹھائیں اس کے متعلق پہلے غور کر لیں اور یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک کہ وہاں کے حالات کا عینی علم حاصل نہ ہو۔ پس اسی وجہ سے باوجود صحت کی کمزوری کے میں نے اس سفر کو اختیار کیا ہے۔

جماعت کے لئے انذار

اگر میں زندہ رہا۔ تو میں انشاء اللہ اس علم سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کروں گا۔ اگر میں اس جدوجہد میں مر گیا۔ تو اے قوم! میں نذیر عریاں کی طرح تجھے متنبہ کرتا ہوں کہ اس مصیبت کو کبھی نہ بھولنا۔ اسلام کی شکل کو کبھی نہ بدلنے دینا جس خدا نے مسیح موعودؑ کو بھیجا ہے۔ وہ ضرور کوئی راستہ نجات کا نکال دے گا۔ پس کوشش نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ نہ چھوڑنا۔ آہ نہ چھوڑنا۔ میں کس طرح تم کو یقین دلاؤں کہ اسلام کا ہر ایک حکم نا قابل تبدیل ہے۔ خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا۔ جو چیز سنت سے ثابت ہے۔ وہ ہرگز نہیں بدلی جا سکتی۔ جو اس کو بدلتا ہے وہ اسلام کا دشمن ہے۔ وہ اسلام کی تباہی کی پہلی بنیاد رکھتا ہے۔ کاش وہ پیدا نہ ہوتا۔ مگر اس کے یہ بھی معنے نہیں کہ تم دنیا کے حالات سے آنکھیں بند کر لو۔ اور بعض نادانوں کی طرح کہہ دو۔ کہ پھر یورپ کی تبلیغ پر لاکھوں روپیہ صرف کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ یورپ سب سے بڑا دشمن اسلام کا ہے۔ وہ مانے نہ مانے۔ تمہاری کوشش کا کوئی اثر ہو یا نہ ہو۔ تم کو اسے نہیں چھوڑنا چاہئے۔ اگر تم دشمن پر فتح نہیں پا سکتے۔ تو تمہارا یہ فرض ضرور ہے۔ کہ اس کی نقل و حرکت کو دیکھتے رہو۔ تا وہ تمہاری غفلت سے فائدہ اٹھا کر تم پر فتح نہ پالے۔ اور پھر میں کہتا ہوں کہ یہ کسی کو کس طرح معلوم ہوا کہ یورپ آخر اسلام کو قبول نہیں کرے گا۔ یورپ کے لئے تو اسلام کا قبول کرنا مقدر ہو چکا ہے۔ ہمارا فرض یہ ہے کہ ہم دیکھیں کہ وہ ایسی صورت سے اسلام کو قبول کرے کہ اسلام ہی کو نہ بدل دے۔ پس ہم اگر یورپ کو چھوڑ دیتے ہیں تو ہماری مثال اس کبوتر کی ہوگی جو بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے اور سمجھتا ہے

باقی صفحہ نمبر 17 پر

سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ کے
حسن و احسان کی
ایمان افروز یادیں

(بشکریہ مجلة الجامعہ)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''مصلح موعودؓ'' کے بارے میں الہاماً بتایا گیا تھا کہ وہ ''حسن و احسان میں تیرا نظیر ہوگا۔'' سیدنا محمود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک وجود میں اس الہام الٰہی کا مہتم بالشان ظہور ہوا۔ جماعت احمدیہ کے افراد میں سے کوئی شخص ایسا نہ ہوگا۔ جو خواہ حضورؓ کے قریب رہا ہو یا کبھی کبھی آپؓ کی خدمت میں حاضر ہوتا رہا ہو۔ اور اُس نے اس حسن و احسان کا مشاہدہ نہ کیا ہو۔ اور آپ کی ہمدردی اور شفقت اور محبت سے حصہ نہ پایا ہو۔ مزید برآں یہ کہ حضرت مصلح موعودؓ کے حسن و احسان کا دائرہ بہت وسیع ہے جو احمدی احباب تک ہی محدود نہیں بلکہ سب مسلمانوں، غیر مسلموں اور دوسری قوموں یہاں تک کہ اشد ترین دشمنوں پر بھی محیط ہے۔

اس حسن و احسان کے اَن گنت واقعات ہیں جو ضبط تحریر میں نہیں لائے جا سکتے۔ بعض احباب کے رُوح پرور اور ایمان افروز واقعات ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔ جن سے آپؓ کی اپنے خدام، احباب جماعت اور دوسرے لوگوں سے ہمدردی شفقت، احسانات اور محبت و مروّت ظاہر ہوتی ہے۔ اسی طرح قبولیت دعا، توکل علی اللہ، عزیمت و اولعزمی اور اشاعت اسلام کی تڑپ ظاہر کرنے والے واقعات ہیں جو اس الہامِ الٰہی کی صداقت ثابت کرتے ہیں۔

(ادارہ)

مکرم مولوی عبدالرحمٰن صاحب انور اسسٹنٹ پرائیویٹ سیکرٹری لکھتے ہیں۔

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ نے ایک مرتبہ ایک بچے کو ذاتی کام ارشاد فرمایا جس کے لئے کچھ فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ بچہ میرے پاس آیا۔ دفتر میں لوگوں کے وقف کردہ سائیکل بھی تھے۔ اس نے حضور کے ضروری کام کا ذکر کیا۔ میں نے ایک سائیکل اُسے دے دیا۔ وہ فوراً اُسی سائیکل پر گیا اور وہ کام کر کے سائیکل واپس دے دیا۔ اور حضور کی خدمت میں رپورٹ کر دی۔ حضور نے اُس سے دریافت فرمایا کہ تم اتنی جلدی کیسے یہ کام کر کے آ گئے۔ جبکہ اس کام کے لئے اس قدر فاصلہ طے کرنا پڑتا تھا۔ اس نے بلا تکلف کہا کہ دفتر تحریک سے سائیکل لے لیا تھا۔ اس لئے پیدل جانے کی بجائے سائیکل پر جانے کی وجہ سے جلدی کام کر کے واپس آ گیا۔ حضور نے مجھ سے جواب طلبی فرمائی۔ خاکسار نے عرض کر دیا کہ اس نے حضور کے کام کا ذکر کیا تھا۔ اس لئے دفتر کا سائیکل دے دیا گیا۔ حضور نے فرمایا کہ ذاتی کام کے لئے سائیکل دینا درست نہ تھا۔

جب حضور سندھ میں اپنی اور تحریک جدید اور صدر انجمن احمدیہ کی اراضی کے معائنہ پر تشریف لے جاتے۔ تو جملہ متعلقہ کارکنان کو اکٹھا کر کے رات کو دو دو تین تین بجے تک بیٹھ کر کئی کئی دن تک کام کر کے حسابات کا باہمی تصفیہ کرتے تھے۔ حضور کارکنان کو درمیان میں کچھ وقفہ بھی دے دیتے تھے تاکہ وہ چل پھر کر تازہ دم ہولیں لیکن حضور خود اسی جگہ دوسرے احباب سے مصروف گفتگو ہو جاتے اور کارکن کے چند منٹ کے بعد واپس آنے پر پھر مصروف ہو جاتے اور کام کو ختم کیا جاتا۔

جب شہزادہ ویلز ہندوستان آیا تو وائسرائے کی طرف سے مختلف رؤسا اور لیڈروں کو اس کی ملاقات کے لئے کہا گیا۔ اس وقت حضرت خلیفة المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے دو شرطوں کے ساتھ ملاقات کرنے پر آمادگی کا اظہار فرمایا۔ ایک یہ کہ حضور اس کی بیوی سے مصافحہ نہیں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ حضور ایک کتاب اسے تحفہ پیش کریں گے جس میں مذہب اسلام کی تبلیغ ہوگی۔ چنانچہ شہزادہ ویلز کے مشورہ کے ساتھ یہ دونوں حضور کی باتیں مان لی گئیں۔ اور حضور نے ایسے تنگ وقت میں ایسی ضخیم کتاب تحریر فرمائی پھر اسے چھپوایا گیا اور چاندی کی طشتری میں رکھ کر پیش کیا گیا۔ ایسے تھوڑے عرصہ میں اس قدر مدلل اور شاندار کتاب کی تصنیف حضور کی اولوالعزمی کا واضح ثبوت ہے۔

جب حضرت خلیفة المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی شادی ہوئی تو دعوت ولیمہ کے موقعہ پر قادیان کے سارے باشندے اپنا حق سمجھتے ہوئے از خود شامل ہو گئے۔ جس کے نتیجہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ حاضرین میں سے ایک تعداد آج رات کھانے میں شریک نہ ہو۔ بلکہ جو لوگ بغیر بلائے کے اپنا حق سمجھتے ہوئے آ گئے ہیں۔ ان کو بھی محروم نہ رکھا جائے اور یہ لوگ ان کو کھانا کھلانے کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لیں۔ چنانچہ اس طرح سے جس قدر کھانا تیار تھا۔ وہ دوسرے لوگوں کو کھلا دیا گیا اور جس قدر کھانا بچ رہا۔ اس کے متعلق حضور نے فیصلہ فرمایا کہ اب جو دوست کھانا کھلا رہے

تھے وہ سب اکٹھے بیٹھ جائیں اور جس قدر بھی کھانا موجود ہے۔اس کو سب مل کر کھالیں۔اور ان لوگوں کی کل پھر باقاعدہ دعوت ہو گی۔چنانچہ حضور بھی بغیر کسی امتیاز کے ان احباب کے درمیان لائن میں بیٹھ گئے اور ایک ایک برتن میں دو دو تین تین احباب کو کھانے کا موقعہ ملا۔حضور کے ساتھ بھی ایک اور دوست ایک ہی تھالی سے کھاتے رہے۔

ایک موقعہ پر قادیان میں حضور کو معلوم ہوا کہ پنڈت ملاوامل صاحب کی دوکان اچھی نہیں چل رہی۔اور ان کو مالی دقت درپیش ہے۔اس پر حضور نے اس امر کو ملحوظ رکھتے ہوئے کہ ہندو لوگ اور خصوصاً یہ خاندان بطور امداد مانگنے کو پسند نہیں کرتے۔حضور نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ان کی دوکان پر جا کر جو عام استعمال ہونے والی دوائیں ان کے پاس تیار شدہ موجود ہوں اور فروخت نہ ہوتی ہوں وہ ۳۰۰/۴۰۰ روپے کی قیمت کی خرید لو۔ان کے بتائے ہوئے نرخ کے متعلق ان سے کسی رعایت کا مطالبہ نہ کیا جاوے۔اس طرح سے کسی حد تک ان کی امداد ہو جائے گی اور ان کو امداد کا احساس بھی نہ ہو گا۔چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔اس سے اس طور پر خفیہ احسان فرمایا کہ ان کو اپنے محسن کا پورے طور پر علم بھی نہ ہونے دیا۔

ایک مرتبہ حضورؓ نے مجھے ایک اہم کام کے لئے کچھ نقدی عطا فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ مَیں نہیں چاہتا کہ مجھے اس کے خرچ کی تفصیل سے اطلاع ہو۔لہٰذا جہاں تم پسند کرو اس رقم کو خرچ کرو۔اور مجھے صرف یہ بتا دینا کہ اس قدر رقم اس کام کے ضمن میں خرچ ہوئی ہے۔کچھ دنوں کے بعد جب خاکسار اس کام سے فارغ ہو کر قادیان آیا۔اور گھر چلا گیا کہ اگلے دن دفتر میں آ کر حضور کی خدمت میں اطلاع پیش کر دوں گا۔حضور نے خاکسار کو پیغام اس طور پر بھجوایا کہ بے شک آج گھر پر آرام کر لو۔کیونکہ کئی دنوں کے بعد آئے ہو۔ صرف اس قدر بتلا دو کہ کس قدر رقم خرچ کی ہے۔تا کہ میں اپنے حساب میں درج کر لوں۔دفتر آنے کی ضرورت نہیں۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے بورڈنگ تحریک جدید قائم کیا گیا تھا۔اور ماں باپ کے جذبہ ایثار اور اعتماد کی یہ کیفیت تھی کہ بورڈنگ میں ۵/۶ سال کی عمر کے بچوں کو بھی والدین نے بھجوا دیا کہ حضور کے زیر سایہ ان کی پرورش ہو۔چنانچہ ایسے چھوٹے بچوں کے لئے ''خادم طفلاں'' کے نام سے بعض معمر احباب کو کارکن رکھا گیا تھا۔خود حضور وقتاً فوقتاً بورڈنگ میں تشریف لے جاتے اور اپنے ساتھ مٹھائی یا ٹافیاں وغیرہ بھی لے جاتے۔اور اپنے ہاتھ سے چھوٹے بچوں کو عطا فرماتے۔ایک دفعہ جبکہ اطفال نے حضور کے بہت قریب ہو کر جمگھٹا کی کیفیت پیدا کر لی۔موسم بھی کچھ گرمی کا تھا۔ٹیوٹروں نے بچوں کو کچھ فاصلے پر رکھنے کی کوشش کی تو فرمایا۔رہنے دیں ان کو قریب سے قریب تر آنے دیں اور ان کو بے تکلف ہونے دیں۔اس شفقت کے اعلان پر تو بچوں کا اکٹھ حضور کے بہت قریب ہو گیا۔حضور مسکراتے ہوئے بچوں سے ان کا تعارف کر کے اپنے ہاتھ سے مٹھائی تقسیم فرماتے رہے۔یہ بچے جب بڑے ہوئے تو بہتوں نے حضور کی اس محبت کا اظہار کیا۔اور اپنی اس خوش قسمتی پر ناز کیا۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو غیر معمولی حافظہ عطا فرمایا تھا۔ایک مرتبہ جب کئی ماہ کے بعد کچھ ڈاک حضور کی خدمت میں پیش کی گئی۔تو خاکسار کے پہلے خط کے پیش کرنے پر فرمایا کہ یہ خط تو چھ ماہ سے آیا ہوا ہے۔خاکسار نے عرض کی یہ درست ہے لیکن موقع نہ مل سکا۔جب خاکسار اس کا خلاصہ عرض کرنے لگا۔تو بھی فرمایا۔مضمون مجھے یاد ہے اور جواب لکھوا دیا۔یہ واقعہ حضور کی کمال یادداشت کا ایک معمولی واقعہ ہے۔دوسرے موقعوں پر بھی خطوط کا خلاصہ سنانے کی نوبت بہت کم آتی تھی۔فریسندہ کا نام سنتے ہی ارشاد فرما دیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ حضور نے سلسلہ کی ایک رقم جس کی مقدار کل -/۵۰۰ روپے تھی۔حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحبؓ کے حوالہ کرنے کا ارشاد فرمایا۔کہ وہ لاہور جا رہے ہیں۔اپنے ساتھ لے جائیں۔حضور نے مجھے مکرم صاحبزادہ صاحب کی خدمت میں بھجوایا۔تا کہ خاکسار ان کو حضور کا نہ صرف یہ پیغام ہی پہنچائے بلکہ تسلی کر کے آئے کہ کیا یہ رقم انہوں نے اپنے کوٹ کے اندر کی جیب میں رکھی لی ہے۔اور کیا اس کے منہ پر سوئی سے ٹانکے بھی لگا دیئے گئے ہیں یا نہیں۔اور فرمایا کہ یہ رقم تو معمولی ہے۔لیکن چونکہ سلسلہ کی ہے۔اس لئے زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔

جب حضور نے قادیان میں دارالصناعت جاری فرمایا تا کہ جو احساس عام لوگوں میں صنعت کاروں کے متعلق ''کمیں'' کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے اس کا ازالہ کیا جاوے اور اپنے ہاتھ سے کام کا وقار قائم کیا جاوے۔چنانچہ ایک مرتبہ جب حضور دارالصناعت میں تشریف لے گئے تو حضور نے دارالصناعت چوبی کے حصہ میں آری سے ایک لکڑی کو خود کاٹا۔پھر رندے سے ایک لکڑی کو صاف کیا۔تا کہ ہاتھ سے کام کرنے کو ذلّت قرار دینے والے اپنی رائے کو بدل لیں۔

یہ بھی حضور کی فرض شناسی اور سلسلہ کے کام کو اہمیت دینے کی ایک زریں مثال ہے کہ جب جماعت کے احباب نے خلافت جوبلی کے موقعہ پر ۱۹۳۹ء میں حضور کی خدمت میں پونے تین لاکھ کے قریب نقد رقم پیش کی۔کہ جس طرح حضور چاہیں اپنے ذاتی مصرف میں لائیں تو حضور نے بجائے

اپنے ذاتی مصرف میں لانے کے اسے تحریک جدید کی اراضی کی خرید پر صرف کیا۔ اور اس رقم سے ایک پیسہ بھی خود اپنی ذات پر خرچ کرنا پسند نہ فرمایا۔ بلکہ ہر سال تحریک جدید کو بطور چندہ ہزاروں روپے دیتے رہے۔

حضورؓ سندھ میں ایک جگہ تشریف لے گئے تو حضور کے کار سے اُترتے ہی حضور کے گرد اس گاؤں کے بہت سے غریب بچے اکٹھے ہو گئے۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ کچھ ریز گاری ہے اگر ہے تو ان غریب بچوں میں تقسیم کر دی جائے اور ارشاد فرمایا کہ سفر میں ایسی ضرورتوں کے لئے چھوٹے نوٹ اور ریز گاری ضرور رکھی جایا کرے۔ چنانچہ اس گاؤں میں بھی کچھ رقم غرباء میں تقسیم کی گئی۔ اور آئندہ بھی سفروں میں خیال رکھا گیا۔

ایک مرتبہ حضورؓ جناب سید احمد بریلوی کی قبر پر بالاکوٹ تشریف لے گئے تو دعا کے بعد جب احاطہ سے باہر تشریف لائے تو فرمایا کہ مجاور کو دس روپے دے دیئے جائیں کیونکہ یہ لوگ اپنے شوق سے بزرگوں کی قبروں کی حفاظت کرتے ہیں اور ان کا بھی حق ہے۔

جب حضور ربوہ تشریف لائے تو ایک قریبی خانقاہ کے متولی حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ان کے رہٹ کو چلانے والا ایک اونٹ تھا جو مر گیا۔ ایک اُونٹ قابل فروخت ہے۔ حضور وہ مجھے لِلّٰہ خرید دیں۔ حضور نے از راہ شفقت دفتر کو ہدایت فرمائی کہ جس قسم کا اونٹ یہ چاہتا ہے اسے خرید دیا جاوے۔ چنانچہ دفتر کا آدمی اس کے ساتھ گیا اور وہ اونٹ ۶۰۰ روپے میں خرید کر اُس کے حوالے کیا گیا۔

میاں غلام محمد صاحب اختر لکھتے ہیں۔

حضرت المصلح الموعودؓ کو اپنے خدام سے بڑی محبت تھی۔ حضورؓ کی محبت کا ایک واقعہ یوں ہے کہ ایک دن حضور سیر کو تشریف لے گئے تھے۔ خاکسار اور محترم چوہدری اسد اللہ خان صاحب بھی ساتھ تھے۔ سیر سے واپسی پر جب حضور موٹر سے اُترے اور قصر خلافت کی سیڑھیوں تک پہنچے تو چوہدری اسد اللہ خان صاحب نے ایک خاص دوستانہ انداز میں خاکسار سے چٹکی لی۔ گویا وہ مجھے کوئی خاص بات یاد کرا رہے ہیں۔ بات یہ تھی کہ وہ مجھ سے کئی بار حضورؓ سے عطر لینے کے لئے کہہ چکے تھے اور چاہتے تھے کہ میرے ذریعہ وہ حضور تک اپنی یہ خواہش پہنچا دیں۔ چنانچہ جونہی چوہدری صاحب نے میرے چٹکی لی تو میں نے دیکھا کہ حضور بھی از راہ شفقت خدام نوازی پر مائل ہیں۔ چنانچہ میں نے عرض کیا کہ ”حضور چوہدری اسد اللہ خان میرے چٹکیاں لے رہے ہیں“ حضور فرمانے لگے ”چٹکیاں تو محبت سے لی جایا کرتی ہیں۔ چوہدری صاحب بھی آپ سے محبت ہی کا اظہار کر رہے ہوں گے۔“ میں نے عرض کیا۔ میرے ساتھ محبت کے اظہار میں دراصل حضور سے عطر کے لئے درخواست ہو رہی ہے۔ حضور متبسم ہوئے اور فرمایا کہ ”ذرا ٹھہر جائیں۔“ مجھے حضرت سیّدہ اُمّ ناصرؓ کی خدمت میں کسی کام کے لئے بھجوا دیا۔ میں واپس آیا تو مکرم چوہدری اسد اللہ خان صاحب کے ہاتھ میں حضور کی طرف سے عطا کردہ ایک عطر کی شیشی تھی۔ شیشی دیکھتے ہی میں نے کہا کہ میرا حصہ بھی دے دو۔ چوہدری صاحب کہنے لگے کہ نہیں یہ تو حضور نے مجھے ہی عنایت فرمائی ہے۔ یہ بات حضور نے بھی سن لی تو فرمایا ”ہاں اسی لئے تو میں نے تمہیں دوسری طرف بھجوا دیا تھا (اسی واقعہ کا ذکر مکرم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب نے بھی کیا ہے (ادارہ) چنانچہ میں دل گرفتہ سا ہو گیا اور اسی انداز میں ہم سب واپس آ گئے۔ حضور نے میرا چہرہ پڑھ لیا تھا کہ گویا اسے اس محرومی کا بہت احساس ہے۔

دوسرے ہی دن میں انجمن کے کاغذات پیش کرنے کے لئے حسب معمول حضور کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ضروری کاغذات دکھائے۔ ہدایات لیں اور جب واپس آنے لگا۔ تو حضور نے فرمایا ”ذرا ٹھہرو“ چنانچہ میں رُک گیا۔ حضور اندر تشریف لے گئے اور چند ہی لمحوں کے بعد واپس تشریف لے آئے۔ حضور کے ہاتھ میں ایک نفیس اور خوبصورت چھڑی تھی جو کہ عرصہ سے حضور کے استعمال میں تھی آپ نے وہ چھڑی میز پر رکھی اور فرمانے لگے کہ ”لو یہ چھڑی تمہارے لئے ہے“

عطر سے محرومی کا احساس تو مجھے تھا لیکن حضور نے اس طور پر مجھے چھڑی کا تحفہ دے کر نوازا کہ میں مسرور بھی تھا اور ایک روز قبل کے جذبات پر نادم سا بھی۔

وہ چھڑی اب بھی میرے پاس بطور تبرک محفوظ ہے اور محرومیوں کے کئی احساسات کو سکون واطمینان کی لہروں میں چھپا لیتی ہے۔

مکرم چوہدری اسد اللہ خاں صاحب بیرسٹر لاء امیر جماعت احمدیہ لاہور تحریر فرماتے ہیں۔

۱۹۲۸ء میں جب خاکسار بیرسٹری کی تعلیم کے لئے لندن پہنچا تو وہاں کی تہذیب اور ماحول چونکہ یہاں سے بالکل مختلف تھا۔ اس لئے طبیعت پر بہت بوجھ تھا اور بے حد اُداسی تھی۔ حتّٰی کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں واپس لاہور چلا جاتا ہوں اور جہاز میں سیٹ بھی بُک کرا لی۔ برادرم مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کو اپنے اس ارادے سے اطلاع بھی کر دی اور باوجود اُن کی سرزنش کے ارادہ قائم رکھا۔ ابھی روانگی کی تاریخ میں چند دن باقی تھے کہ حضرت اقدسؓ

کا پیغام پہنچا کہ اگر تعلیم حاصل کئے بغیر واپس آ ؤ گے تو میں بہت ناراض ہوں گا۔ اِس پیغام کا ملنا تھا کہ طبیعت کی تمام افسردگی دور ہوگئی اور میں نے اسی دن بیرسٹری میں داخلہ لے کر جہاز کی سیٹ منسوخ کرا دی اور دل میں یہ راسخ یقین ہوا کہ اب بفضل اللہ تعالیٰ حصول تعلیم میرے لئے آسان اور مبارک ہو گی۔ اور ایسا ہی ہوا بھی۔ کیونکہ خاکسار کو اللہ تعالیٰ نے محض اپنے کرم سے تین سال کا کورس دو سال میں ختم کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اگر حضور اقدس رضی اللہ عنہ کی ناراضگی کا پیغام نہ پہنچتا تو خاکسار یقیناً اپنی تعلیم پوری نہ کر سکتا اور یہ آنحضور کا اس غلام زادہ پر ایک ایسا احسان عظیم ہے کہ خاکسار ساری عمر میں اس کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ دوران قیام انگلستان ایک امتحان کا جوابی پرچہ دے کر کمرۂ امتحان سے باہر نکلا تو دوسرے طلباء سے جوابات کا مقابلہ کرنے پر یہ احساس ہوا کہ جہاں دوسروں کے جوابات آپس میں ملتے ہیں میرے جوابات ان تمام سے مختلف ہیں۔ اس خیال کے ماتحت کہ میرا پرچہ خراب ہوا ہے حضرت اقدسؓ کی خدمت مبارک میں دعا کا تار دیا۔ اگلی صبح حضور کی طرف سے جواب ملا کہ فکر کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں دعا کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ تمہیں ضرور کامیاب فرمائے گا۔ کالج جا کر میں نے اُن طالب علموں کو جو پہلے دن مجھے کہہ رہے تھے کہ تم کامیاب نہیں ہو سکتے کہا کہ میں یہ نہیں جانتا کہ آپ لوگ پاس ہوں گے یا فیل۔ لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ میں ضرور کامیاب ہو جاؤں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ انہوں نے میرے اس یقین کی وجہ دریافت کی تو میں نے اُنہیں حضور کا جوابی تار دکھا دیا۔ اور بتا دیا کہ یہ تار ہمارے امام کی طرف سے میری دعا کی التجاء کے جواب میں ہے۔ چنانچہ میں نے اُنہیں نوٹ کرا دیا۔ جب اُس امتحان کا نتیجہ نکلا۔ تو میں خدا تعالیٰ کے فضل اور حضور اقدسؓ کی دعاؤں کی برکت سے کامیاب تھا۔ اور اُن تمام سے میرے نمبر زیادہ تھے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

طالب علمی کے زمانہ میں جتنا عرصہ خاکسار انگلستان میں مقیم رہا۔ ہر ہفتہ کی ڈاک سے حضورؓ کی خدمت میں دعا کے لئے عریضہ ضرور عرض کرتا تھا اور حضور کی طرف سے بھی نہایت شفقت بھرا اور اُمنگ پیدا کرنے والا جواب ملتا تھا۔

ایک مرتبہ میں ربوہ گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ حضور اعجاز نصر اللہ خان سے ناراض ہیں۔ خاکسار کو از حد تکلیف ہوئی۔ حضور کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ تو فرطِ رقّت سے خاکسار کی ہوک نکل گئی اور آنسو بھی آ گئے حضور نے از راہ شفقت دریافت فرمایا کہ کیا ماجرا ہے۔ عرض کیا کہ حضور میرا ایک ہی لڑکا تھا وہ مر گیا ہے۔ حضور نے چونک کر فرمایا کون! ہمارا اعجاز؟ خاکسار نے عرض کیا۔ وہی حضور نے دریافت فرمایا وہ کب؟ عرض کیا جب سے حضور اُس پر ناراض ہیں میرے لئے وہ مر چکا ہے۔ حضور نے بلا تامل فرمایا۔ ''میں نے اُسے معاف کر دیا'' کون کون سے احسان حضور کے یاد کئے جائیں اور کن کن کا ذکر کیا جائے۔

۱۹۴۹ء میں مجھے امریکہ جانے کا اتفاق ہوا۔ روانگی سے دو تین ہفتہ پیشتر حضورؓ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ بڑی جرأت سے عرض کیا کہ حضور وہ عطر مرحمت فرما دیا جائے جو حضور خود استعمال فرماتے ہیں۔ فرمایا اس وقت اتنی مقدار میں موجود نہیں۔ آپ اگلے ہفتہ آئیں۔ اگلے ہفتہ خاکسار حاضر ہوا تو حضورؓ نے از راہ شفقت ایک کافی بڑی شیشی مرحمت فرما دی۔

۱۹۴۶ء میں موسم گرما میں خاکسار نے ڈلہوزی اپر بکروٹہ پر ''شانتی کٹی'' مکان کرایہ پر لیا۔ تا کہ حضور کے قرب میں گرمی کی تعطیلات گذارنے کی سعادت حاصل ہو۔ ایک دن صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب نے خاکسار کو بس کے اڈہ پر قریباً ۱۲ بجے دن فرمایا کہ حضرت اقدس پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کو فرما رہے تھے کہ اسد اللہ خان کو اطلاع کر دیں کہ وہ ایک بجے دو پہر ''بیت الفضل'' آئے۔ میں نے یہ خیال کر کے اگر کسی کام سے حضور نے لاہور وغیرہ بھجوانا ہوا تو بس کا وقت نہ نکل جائے اڈہ سے ''بیت الفضل'' تک کا فاصلہ دوڑ کر طے کیا۔ جب میں ''بیت الفضل'' پہنچا تو میرا سانس بہت چڑھا ہوا تھا اور حضور اقدسؓ پرائیویٹ سیکرٹری صاحب کے خیمہ کے دروازہ پر کھڑے کچھ ہدایات فرما رہے تھے۔ خاکسار نے سلام عرض کیا تو حضور نے فرمایا آپ تو معلوم ہوتا ہے دوڑتے آئے ہیں۔ خاکسار نے اطلاع ملنے کا سارا واقعہ عرض کیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ ''ہمارے چند عزیز دوپہر کے کھانے پر آ رہے ہیں آپ کو بھی کھانے پر بلایا ہے۔'' خاکسار کے کپڑے خوب صاف نہ تھے۔ خاکسار نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔ حضورؓ نے فوراً متبسّم ہو کر فرمایا ''ہم نے آپ کو کھانے پر بلایا ہے آپ کے کپڑوں کے لئے نہیں'' کیا بتاؤں کہ اس وقت کس قدر خوشی اس عاجز کو ہوئی۔ یوں معلوم ہوتا جیسے فرطِ انبساط سے میرا دل فیل ہو جائے گا۔ جب کھانے پر بیٹھے تو قادیان سے اسی دن حضور کے باغ سے آم ڈلہوزی پہنچے تھے۔ ایک نہایت ہی اعلیٰ اور کافی بڑا آم حضور نے برف لگے پانی سے نکال کر اُس میں سے صرف ایک چوسی لے کر خاکسار کو یہ کہہ کر مرحمت فرمایا۔ ''یہ آپ کھائیں'' خاکسار نے وہ آم لے لیا اور رومال میں لپیٹ کر اچکن کی جیب میں اس خیال سے ڈال لیا کہ ''شانتی کٹی'' میں جا کر یہ تبرک اپنے بیوی بچوں سمیت کھاؤں گا۔ تھوڑی دیر بعد حضور نے فرمایا ''آپ نے آم کھا بھی لیا'' میں نے عرض کیا حضور!

رکھ لیا ہے تاکہ عزیزی اعجاز وغیرہ کو بھی اس میں سے حصہ تبرک مل جائے۔ فرمایا ''یہ آپ کھا لیں اُن کے لئے اور بھی ہیں'' میں نے وہ آم وہاں ہی کھا لیا اور اُس کی گٹھلی جیب میں ڈال لی۔ تاکہ اسے زمین میں لگا دیا جائے۔ کھانے کے بعد جب میں گھر پہنچا تو والدہ اعجاز نے مجھے بتایا کہ کوئی آدمی آموں کی ایک اچھی خاصی بڑی ٹوکری دے گیا ہے لیکن نہ یہ بتا کر گیا ہے کہ کہاں سے آئی ہے اور نہ ہی یہ کہ کس کے لئے ہے۔ مجھے حضورؓ کا ارشاد یاد آ گیا۔ اور ہم نے وہ آم اپنی خوش قسمتی پر شاداں ہو کر کھائے اور خدا تعالیٰ کا اور حضور کا شکر ادا کیا۔

تقسیم ملک سے چند سال پہلے ایک مقدمہ قتل برادرم محترم چوہدری شکر اللہ خان صاحب مرحوم پر بنا دیا گیا جس کی وجہ سے مجھے لاہور سیالکوٹ اور ڈسکہ کے درمیان بہت ہی زیادہ سفر کرنا پڑا۔ برادرم مکرم چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب ہندوستان سے باہر تھے۔ اس لئے مجھے بہت فکر تھی اور ذہنی بوجھ بھی بہت تھا۔ میری طبیعت میں جو ردعمل ہوا یہ تھا کہ مجھے پیشاب کی جگہ خون ہی آتا تھا اور کافی مقدار میں آتا تھا۔ دسمبر کے نصف تک میں اس قدر کمزور ہو چکا تھا کہ پہلو بدلنا بھی میرے لئے ممکن نہ رہا۔ ایک دن اسی طرح لیٹا ہوا تھا کہ نیچے موٹروں کے کھڑا ہونے کی آواز آئی۔ والدہ اعجاز نے مجھے بتایا کہ حضور اقدسؓ تشریف لائے ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوئی اور میں نے سوچا کہ حضور کی خدمت میں دعا کے لئے عرض کروں گا۔ چنانچہ حضور تشریف لائے اور حال دریافت فرمایا اور پھر باتوں کے دوران فرمایا۔ ''آپ کا جلسہ پر جانے کو جی چاہتا ہوگا۔'' میری آنکھوں میں آنسو آ گئے اور میں نے رندھی ہوئی آواز میں عرض کیا۔ ''حضور! وہ کون احمدی ہے جو جلسہ پر جانا نہ چاہے۔'' اس پر حضور نے اپنی مبارک آنکھیں اُٹھا کر خاکسار کی طرف دیکھا.......... خاکسار نے دیکھا کہ حضور کی گردن مبارک سے نہایت خوبصورت سرخی حضور کے چہرہ مبارک کی طرف بڑھنی شروع ہوئی اور حضور کا چہرہ اور گردن اور پیشانی اور کان مبارک سیب کی طرح بلکہ سیب سے کہیں زیادہ سرخ خوبصورت اور چمکدار ہو گئے۔ حضورؓ نے اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی مبارک اٹھا کر اور میری طرف اشارہ کر کے فرمایا ''آپ انشاءاللہ تعالیٰ ضرور جلسہ پر آئیں گے۔'' مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے صحت عطا فرما دی ہے۔ حضور تھوڑی دیر تشریف فرما کر تشریف لے گئے تو مجھے پیشاب کی حاجت محسوس ہوئی۔ میں نے پیشاب کے لئے بوتل لے کر پیشاب کیا تو اس میں ذرہ بھر بھی خون کی آلائش نہیں تھی۔ اور پھر اُس کے بعد دن بدن میری صحت ترقی کرتی گئی یہاں تک کہ میں جلسہ سے تین یا چار دن پہلے قادیان پہنچ کر حضور کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضور نے فرمایا ''اچھا آپ آ گئے؟'' میں نے عرض کیا کہ حضور! یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ حضور نے فرمایا ہو کہ میں ضرور جلسہ پر آؤں گا اور میں نہ آتا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

حضور کے احسانات اور فیوض اس قدر ہم پر ہیں کہ اُن کا ضبطِ تحریر میں لانا تو کُجا اُن کا شمار کرنا بھی ممکن نہیں۔ اور یہی کہنا پڑتا ہے۔

دامانِ نگہ تنگ و گلِ حُسنِ تو بسیار
گلچینِ بہارِ تو زداماں گلہ دارد

مکرم مرزا فتح دین صاحب لکھتے ہیں۔

حضرت المصلح الموعود رضی اللہ عنہ اپنے خدام کے کھانے اور رہائش کا خاص خیال رکھتے تھے۔ سفر میں جب کھانا کھا لیں۔ اور چلنا ہو یا نماز پڑھنی ہو۔ تو پوچھیں گے۔ کیا سب آدمی کھانا کھا چکے ہیں۔ ایک دفعہ حضور باہر سیر کے لئے تشریف لے گئے۔ ایک جگہ بیٹھ کر کھانا کھایا۔ خاکسار بھی دسترخوان پر موجود تھا۔ سب کو ایک ایک پراٹھا اور ایک ایک سادہ یا زیادہ روٹیاں دیں۔ جب کھانا کھا چکے تو نذیر احمد صاحب ڈرائیور جو Serve کر رہے تھے تو انہیں فرمایا۔ آپ بھی کھانا کھا لیں۔ حضور نے اپنے سامنے سے ایک پراٹھا الگ کر دیا۔ کہ میں نے دو اٹھا کر رکھ لئے تھے۔ تا ایسا نہ ہو کہ کھانے والے اس بات کو بھول جائیں کہ Serve کرنے والے نے بھی کھانا ہے۔ اور اس کے لئے پراٹھا نہ رہے۔ اس لئے میں نے اپنے علاوہ ان کا پراٹھا بھی اٹھا کر رکھ لیا تھا۔ یہ واقعہ حضورؓ کے اپنے خدام کے ساتھ حسن سلوک پر روشنی ڈالتا ہے۔

ستمبر ۱۹۵۷ء میں جب پاکستان کی وزارت عظمیٰ کے انتخاب کا سوال تھا۔ مختلف سیاسی پارٹیوں کے لیڈر گورنر جنرل سے ملاقاتیں کر رہے تھے اور کسی فیصلہ کے بعد وزیراعظم کا اعلان ہونا تھا۔ اس کشمکش میں کتنے دن گزر گئے۔ ایک دن عصر کے وقت پراچہ صاحبان سرگودھا سے کار میں حضورؓ سے ملنے کے لئے نخلہ گئے۔ انہوں نے حضور سے ملاقات کا شرف حاصل کیا اور عرض کیا کہ فیصلہ قریباً ہو گیا ہے۔ بلکہ یہ کہنا چاہیئے کہ فیصلہ تو ہو چکا ہے۔ صرف اعلان کا ہی انتظار ہے۔ مسلم لیگ نے ایم۔ آئی چندریگر کو انتخاب کیا ہے۔ یہ سن کر حضورؓ نے بے ساختہ فرمایا کہ یہ وہی صاحب ہیں۔ جن کے متعلق میں نے کہا تھا کہ میری گردن تمہارے گورنر کے ہاتھ میں تھی۔ اب گورنر کی گردن میرے خدا کے ہاتھ میں ہے۔ پھر پتہ ہے کیا حشر ہوا۔ وہ خدا جو اس وقت زندہ تھا۔ وہ اب بھی زندہ ہے۔ آخر دو ماہ بھی نہ ہوئے تھے ان کی وزارت کا جو نتیجہ نکلا سب کو معلوم ہے۔

☆☆☆☆☆

تاریخ احمدیت کا ایک باز یافتہ ورق

(مکرم پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی صاحب)

ہنگری کے مشہور مستشرق پروفیسر جولیس جرمانوش ۱۹۲۹ میں رابندر ناتھ ٹیگور کی یونیورسٹی شانتی نکیتن بنگال میں اسلامی علوم کے پروفیسر مقرر کئے گئے اور ۱۹۳۳ تک وہاں درس وتدریس کا کام سرانجام دیتے رہے۔ اس دوران انہیں جماعت احمدیہ کے عقیدہ وفات مسیح کا علم ہوا۔۱۹۳۱ میں وہ قادیان تشریف لے گئے اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی خدمت میں بارياب ہوئے۔حضور نے اپنے دستخطوں سے اپنی ایک تصویر انہیں مرحمت فرمائی جو ان کی مشہور زمانہ کتاب ''اللہ اکبر'' مطبوعہ ۱۹۳۶ میں شامل ہے۔یہ تصویر اور ان کی کتاب میں احمدیت کا جوذکر ہے وہ غالباً تاریخِ احمدیت میں موجود نہیں۔ پچھلے دنوں مجھے اتفاق سے ڈاکٹر جرمانوش کی کتاب ''اللہ اکبر'' کا ہنگیرین زبان کا ایک نسخہ مل گیا اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی جوانی کی تصویر دیکھ کر جو خوشی ہوئی اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ میں لندن کے جلسہ سالانہ پر جاتے ہوئے وہ کتاب ساتھ لے گیا کہ کوئی ہنگریرین زبان کا عالم میسر آ جائے تو اس کتاب کے متعلقہ حصہ کا ترجمہ کرواسکوں مگر کوئی ایسا عالم میسر نہ آیا یہاں میری اپنی یونیورسٹی یعنی اپسالا یونیورسٹی میں ہنگیرین زبان کی ایک استاد موجود ہیں مگر وہ ان دنوں اپنے وطن گئی ہوئی تھیں۔اب ان سے رابطہ ہوا تو میں نے پوچھا کیا آپ پروفیسر جرمانوش کے نام سے واقف ہیں؟ فرمانے لگیں واقف؟ ہم لوگ تو اپنی تعلیم کی ابتدا ان کی کتابوں سے کرتے ہیں! میں نے ان سے درخواست کی کہ وہ اس کتاب میں احمدیت کے بارہ میں جو حصہ ہے اس کا ترجمہ کر دیں یا مجھے اس کے مطالب سے آگاہ کریں تاکہ میں احمدیہ لٹریچر میں ان کا ذکر ریکارڈ کرواسکوں۔ڈاکٹر ماریا نے اس کتاب کے متعلقہ حصوں کو دیکھ کر بتایا کہ ڈاکٹر جرمانوش اور ان کی بیگم ۱۹۳۱ میں قادیان گئے۔ان کی مہمانداری کے لئے سلسلہ کی طرف سے حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور ان کی ولندیزی بیگم کی ڈیوٹی لگائی گئی۔ مفتی صاحب نے ڈاکٹر جرمانوش کو جماعت کے عقائد سے آگاہ کیا۔وہ خاص طور سے جماعت کے وفات مسیح کے عقیدہ کی تفصیلات جاننا چاہتے تھے اور جب کشمیر میں ان کی قبر کی بات سنی تو کشمیر میں ان کی قبر

کی زیارت کے لئے بھی گئے ۔ چنانچہ ڈاکٹر جرمانوش نے اپنی کتاب میں مسیح اول کی محلّہ خانیار سرینگر میں واقع قبر کی تصویر اور مسیح ثانی کے مزار مبارک قادیان کی تصاویر ایک ہی صفحہ پر اکٹھی شائع کی ہیں ۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر دعا کرتے ہوئے جو لوگ کھڑے ہیں ان میں مفتی محمد صادق صاحب کی جوانی کی شبیہہ نمایاں ہے ۔مفتی محمد صادق صاحب کی بیگم صاحبہ مسز جرمانوش کو حضرت صاحب کے گھر والوں سے ملوانے کے لئے لے گئیں ۔ بیگم جرمانوش کا کہنا ہے کہ اگر اسلام ان شرائط کے ساتھ چار شادیوں کی اجازت دیتا ہے اور شوہر وہ انصاف روا رکھ سکتا ہے جو امام جماعت احمدیہ نے روا رکھا ہے تو اسلام کا یہ عقیدہ مغرب والوں کے لئے قابلِ اعتراض نہیں ہونا چاہئے ۔مسز جرمانوش نے حضرت صاحب کی چاروں بیویوں سے اکٹھے اور علیحدہ علیحدہ ملاقات بھی کی اور حیرت کا ایک فقرہ کہا ہے ’’میں نے چار بیویوں کو جو ایک ہی گھر میں رہ رہی تھیں اپنے خاوند کا اتنا مطیع اور فرمانبردار دیکھا ہے کہ اب تک حیرت زدہ ہوں ۔ان کا آپس میں اتنا میل جول اور بہناپا ہے کہ وہ ایک دوسرے کی حریف لگتی ہی نہیں‘‘۔ڈاکٹر جرمانوش نے یہ تمام باتیں اس کتاب میں درج کی ہیں ۔ ڈاکٹر جرمانوش کے قادیان آنے کے بعد تحریک جدید کے تحت مشرقی یورپ کا پہلا مشن ۲۱ فروری ۱۹۳۶ کو ہنگری میں ہی قائم ہوا سارے مشرقی یورپ کو چھوڑ کر ہنگری کے انتخاب کی وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کو ڈاکٹر جرمانوش سے ملاقات اور ان کی اسلام سے دلچسپی کی وجہ سے خیال آیا ہو کہ ہنگری کے باشندوں کو اسلام کی طرف بلانا دوسرے یوروپی باشندوں کی نسبت سے زیادہ آسان ہوگا کیونکہ یہ علاقے ڈیڑھ سو برس تک ترکوں کی سلطنتِ عثمانیہ کے زیر نگیں رہے ۔مجاہد ہنگری حاجی احمد ایاز صاحب نے اپنی یادداشتوں میں بیان کیا ہے کہ جب وہ ہنگری کے لئے روانہ ہونے لگے تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ان سے کہا تھا کہ وہ ڈاکٹر جرمانوش سے ان کا سلام کہیں ۔ ڈاکٹر جرمانوش قادیان سے واپس جانے لگے تو حضرت صاحب نے اپنی ایک تصویر اپنے دستخط کر کے انہیں مرحمت فرمائی ۔ یہ تصویر سلسلہ کے لٹریچر میں موجود ہے مگر اس پر جو دستخط ہیں وہ نایاب ہیں ۔ میں نے یہ تصویر مؤرخ احمدیت مولانا دوست محمد شاہد صاحب کو بھیجی تو ان کا خط آیا کہ میں نے اس دستخطوں والی نایاب تصویر کو اپنے کمرہ میں آویزاں کر لیا ہے ۔اس پر حضرت صاحب نے انگریزی میں ’’ایم بی محمود احمد‘‘ لکھا ہے ۔ میں اپنے ذاتی علم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ حضرت صاحب کے انگریزی دستخطوں کا یہی انداز تھا ۔اسی طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثالث انگریزی میں ’’ایم این احمد‘‘ اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع انگریزی میں ’’ایم ٹی احمد‘‘ کے طور پر دستخط کیا کرتے تھے ۔

اپسالا یونیورسٹی سویڈن کی لائبریری میں ایک ارمغان بھی موجود ہے جو پروفیسر جرمانوش کی خدمات کے اعتراف میں مختلف مستشرقین کے مضامین پر مشتمل ہے اس ارمغان میں پہلا مضمون پروفیسر کالدینا گی کا ہے جس میں پروفیسر جرمانوش کے حالات اور ان کی علمی فتوحات کا ذکر ہے یہ ارمغان لوراند اوتووس یونیورسٹی بوڈاپسٹ کی جانب سے ۱۹۷۴ میں شائع کیا گیا تھا ۔

پروفیسر جولیس جرمانوش ۶ نومبر ۱۸۸۴ کو بوڈاپسٹ ہنگری میں پیدا ہوئے ۔ استنبول ‘ ویانا‘ لائپزیگ اور بوڈاپسٹ کی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کی اور ۱۹۰۷ میں بڑے اعزاز کے ساتھ ترکی زبان و ادب عربی زبان وادب اور تاریخ قدیم میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی ۔انہیں اپنے زمانہ کے نامور مستشرق اساتذہ پروفیسر ارمین وامبیری اور اغناق غولدزاہر سے تلمذ کا شرف حاصل ہؤا ۔اور انہی دو اساتذہ نے انہیں ترکی کی تاریخ اور عرب تہذیب وتمدن کے بارہ میں مزید تحقیقات کرنے کی راہ پر ڈالا

آپ کی پہلی کتاب جس نے انہیں شہرت بخشی وہ سترھویں صدی کی ترک تحریکوں کے بارہ میں تھی اور ۱۹۰۷ میں شائع ہوئی ۔اس کتاب پر ۱۹۰۸ میں انہیں انعام ملا جس نے انہیں اس قابل بنا دیا کہ وہ برٹش میوزیم کے مشرقیات کے شعبہ میں ریسرچ کر سکیں چنانچہ ڈاکٹر جرمانوش ۱۹۱۱ تک وہاں تحقیقات کرتے رہے ۔ ۱۹۱۲ میں واپس آئے تو مشرقی تجارت کے ادارہ میں انہیں شرق اوسط کے امور پر لیکچرار مقرر کیا گیا ۔ آپ اس خدمت پر ۱۹۲۱ تک رہے ۔اور اس دوران ترکی اور بلقان کے متعدد مطالعاتی دورے کئے ۔ ۱۹۲۱ میں انہیں اورینٹل انسٹی ٹیوٹ کی فیکلٹی آف اکنامکس میں مقرر کیا گیا ۔ان کی ادبی حیثیت کا عالم یہ تھا کہ مشہور زمانہ انگریز ادیب جان گالزوردی کی سفارش پر انہیں ۱۹۲۶ میں ہنگری کے اہلِ قلم کی انجمن کا جنرل سکرٹری مقرر کیا گیا ۔ ۱۹۲۸ میں انہیں بلغاریہ کے اہلِ قلم کی انجمن اور ۱۹۳۴ میں انہیں مصر کے اہلِ قلم کی انجمن کی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقعہ ملا ۔۱۹۲۹ میں انہیں رابندر ناتھ ٹیگور کی قائم کردہ یونیورسٹی شانتی نکیتن میں اسلامی علوم کا استاد مقرر کیا گیا جہاں آپ ۱۹۳۳ تک درس دیتے رہے ۔ ۱۹۳۴ میں آپ جامعہ الازہر میں گئے اور عربی زبان کی مزید تعلیم کے علاوہ اسلامی علوم میں بھی دسترس حاصل کی ۔یہیں سے آپ حج کے لئے مکہ گئے اور اس طرح اسلام کے بنیادی مآخذ سے اسلامی علوم کا مطالعہ کیا ۔ پروفیسر فلپ کے ہٹی نے تاریخ عرب میں لکھا ہے کہ ’’زیادہ سے زیادہ پندرہ پیدائشی عیسائی یوروپین افراد اسلام کے مقدس مقامات کو دیکھنے میں کامیاب ہوئے اور اپنی جانیں بچا کر صحیح سلامت واپس آئے ۔جن میں

ہنگری کے پروفیسر جرمانوش بھی شامل ہیں"۔ پروفیسر جرمانوش نے اپنی کتاب "اللہ اکبر" میں یہ ساری روداد بیان کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ پروفیسر جرمانوش نے اسلام قبول کرلیا تھا اور اپنا اسلامی نام عبد الکریم رکھا تھا۔ حاجی عبدالکریم کی دو تین تصاویر بھی کتاب میں شامل ہیں۔ آپ کی تصانیف کی کیٹیلاگ میں ان کو عبدالکریم جرمانوش حاجی عبدالکریم جرمانوش، ڈاکٹر جولیس جرمانوش اور جدید تر تلفظ کی رو سے ڈاکٹر

موعود علیہ الصلوٰ والسلام کے مزار مبارک کی تصویر بھی دی ہے۔

۱۹۴۱ میں ڈاکٹر جرمانوش بوڈاپسٹ یونیورسٹی میں استاد مقرر ہوئے جہاں ۱۹۴۵ میں انہیں پروفیسر کے عہدہ پر سرفراز کیا گیا ان کے مضامین میں عربی زبان و ادب کے علاوہ کلچرل تاریخ کے مضامین بھی شامل تھے تاریخِ اسلام ان کا خاص مضمون سمجھا جاتا ہے ۔ان کے بہت سے مضامین برصغیر ہند میں اسلامی تحریکوں

جولیس جرمانوش (گرمانس جولیس) کا نام ایک معتبر نام ہے (ارمغان بخدمت ڈاکٹر جولیس جرمانوش۔ مرتبہ پروفیسر کالدینا گی ۔ شائع کردہ بوڈاپسٹ یونیورسٹی ۱۹۷۴ء۔ صفحہ ۷ تا ۱۰۱ سے جستہ جستہ)۔

اسی ارمغان کے آخر میں جی ڈیوڈ کا مرتب کردہ ڈاکٹر جرمانوش کی علمی فتوحات کا ایک گوشوارہ شامل ہے اس میں سے بیشتر مقالات ہنگیرین یا ترکی زبان میں ہیں۔ کچھ انگریزی میں بھی ہیں۔ میں ان میں سے
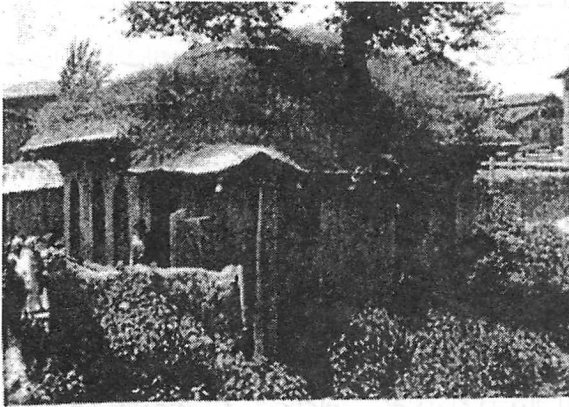
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار قادیان ہندوستان میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مزار سرینگر کشمیر میں

(دونوں تصاویر ڈاکٹر جرمانوش کی کتاب "اللہ اکبر" سے لی گئی ہیں)

گرمانس، کے نام سے درج کیا گیا ہے ۔۱۹۳۹ میں آپ ایک بار پھر عرب گئے اور مصر میں اور مکہ اور مدینہ میں بعض کھدائیاں بھی کیں اور دنیا پر مسلمانوں کے اثرات کے بعض آثار دریافت کئے۔ اسی سال آپ صحرائے عرب کو عبور کر کے ریاض پہنچے اور ایسا کرنے والے آپ پہلے یوروپین فرد تھے۔ ڈاکٹر جرمانوش نے "مسیح کا مبینہ مقبرہ" کے عنوان سے ۱۹۵۲ میں ایک مضمون بھی لکھا ہے اور اپنی کتاب "اللہ اکبر" میں آپ نے سرینگر کشمیر کے محلّہ خانیار کے اس مقبرہ کی تصویر بھی دی ہے جسے جماعت احمدیہ مسیح ناصری کا مقبرہ قرار دیتی ہے۔ اس مقبرہ کی تصویر کے ہمراہ اسی صفحہ پر ڈاکٹر جرمانوش نے قادیان میں حضرت مسیح

کے بارہ میں ہیں۔ ۱۹۵۵ میں انہیں قاہرہ، اسکندریہ اور دمشق کی یونیورسٹیوں کی جانب سے لیکچر دینے کے لئے مدعو کیا گیا۔ ۱۹۵۸ میں انہیں ہندوستان کی بمبئی، آگرہ، علی گڑھ، لکھنؤ، کلکتہ اور شانتی نکیتن اور حیدرآباد کی یونیورسٹیوں کی جانب سے لیکچروں کے لئے بلایا گیا جہاں انہوں نے اسلامی تہذیب وتمدن پر لیکچر دئے۔

۱۹۶۲ میں انہیں بغداد کی اکادمی آف سائنس کا اعزازی رکن بنایا گیا اور ۱۹۶۶ میں دمشق کی اکادمی کا ۱۹۶۸ میں روم کی اکادمی آف سائنسز کا اعزاز انہیں دیا گیا ۱۹۷۰ میں انہیں لندن کی انسٹی ٹیوٹ آف کلچر کا رکن بنایا گیا۔

بین الاقوامی مستشرقین کے حلقوں میں ڈاکٹر

چیدہ چیدہ مقالات کا وقت کی ترتیب کے لحاظ سے ترجمہ درج کرتا ہوں۔ ۱۹۰۶ پروفیسر۔ ای۔ جے ڈبلیو۔ گب کی مشہور عالم کتاب "عثمانی دور کی شاعری کی تاریخ" جلد اول تا چہارم مطبوعہ لندن پر عالمانہ ریویو ۱۹۰۸۔ پروفیسر گب کی تاریخِ ادب عثمانیہ جلد پنجم پر ریویو ۱۹۱۰۔ "ترکوں کا زیریں ڈینیوب پر پہلا ورود اور ترک ہنگری جھگڑے کا آغاز" تاریخی مقالہ "ہنگری میں انگریزوں کا ورود"۔ تاریخی مقالہ ۱۹۱۱۔ "عرب عیسائیت کی بعض تاریخی یادگار عمارتیں"۔ مقالہ 1915۔ "جہاد" مقالہ۔ "جنگجو اسلام" مقالہ ۔"اسلامی جنگوں کے مراحل" مقالہ 1917۔ "ترکی کے ثقافتی مسائل" مقالہ۔ "عرب قومیت کا مسئلہ"۔ مقالہ

۱۹۱۸۔ ’’ ہمارے زمانہ میں ترک زبان اور ثقافت‘‘ مقالہ۔۱۹۱۹ ’’ تاریخ پر جغرافیے اور نسل کے اثرات‘‘ مقالہ ۱۹۲۷۔ ’’ ملک عرب اور اسلام‘‘ مقالہ ۱۹۲۸۔ ’’ ترک انقلاب‘‘ مقالہ ’’ مشرقی صوفیت اور بکتاشی درویش‘‘ مقالہ ۔ ۱۹۲۹۔’’ اسلام کا مطالعہ‘‘ شانتی نکیتن یونیورسٹی کے میگزین ’’ وسوا بھارتی ‘‘ میں مقالات کا ایک سلسلہ ۔’’ اسلامی دنیا میں نئی تحریکات‘‘ مندرجہ بالا سلسلہ کا مقالہ ۱۹۳۰۔ ’’ اسلامی دنیا کی جدید تحریکات‘‘ ۔ مندرجہ بالا سلسلہ کا نیا پہلو مقالہ ۱۹۳۱ ’’ ترکی کا مقبول ادب ‘‘ ؟ لاہور میں لیکچر جو اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ لاہور نے چھاپا ۱۹۳۲۔’’ اسلامی دنیا کی جدید تحریکات‘‘ ان مقالات کے سلسلے کا نیا مقالہ ۱۹۳۳ ’’ آج کا انڈیا‘‘ ۔ہنگیرین زبان میں مقالہ۔ ’’ ترکی ادب کا احیاء‘‘ مقالہ ۱۹۳۴۔’’ اسلام میں ترکوں کا کردار‘‘ مقالہ کا دوسرا حصہ ۱۹۳۶۔’’ اللہ اکبر‘‘ اسلامی دنیا کے بارہ میں اپنے تاثرات ۔کتاب۔ ۱۹۳۸ ’’ اللہ اکبر‘‘ کا جرمن ایڈیشن ۔’’ عرب ۔شام اور میسوپوٹیمیا کی دریافت اور اس کی تسخیر ۔دنیا کے دریافت کنندگان اور فاتح‘‘ مقالہ ۱۹۴۴۔ ’’ عرب دانشوری کا احیاء‘‘ مقالہ ۱۹۵۰۔’’ عربی بولنے والی دنیا کا لسانی بنیاد پر اتحاد‘‘ مقالہ ۱۹۵۱۔ ’’ الف لیلہ‘‘ کے مآخذ‘‘ مقالہ؟ ’’ عربی حروف تہجی کے بارہ میں بعض خیالات‘‘ مقالہ ۱۹۵۲۔ ’’ عربی ادب کے بعض گمنام شہپارے‘‘ مقالہ۔’’ عیسیٰ کا مبینہ مقبرہ‘‘ ۔مقالہ۔’’ ابن سینا کی ہزار سالہ برسی‘‘ مقالہ ۱۹۵۳۔’’ اسلامی سلطنتوں کے زوال کے اسباب‘‘ مقالہ ۱۹۵۴۔’’ عرب جغرافیہ دان‘‘ مقالہ ۱۹۵۵۔ ’’ نپولین اور اسلام‘‘ ۔مقالہ۔ ’’ ابن کثیر اور منصور بن حلاج ‘‘ مقالہ ۔’’ جدید عربی ادب کے بعض پہلو‘‘ مقالہ ۱۹۵۶؟ ’’ عربی ادب کے بعض جدید رجحانات‘‘ مقالہ۔ ’’ عربی زبان کی روح‘‘ مقالہ۔ ’’ اندھوں کے لئے پڑھنے کی اسلامی ایجاد‘‘ مقالہ ۱۹۵۷۔ ’’ ہلال کی زرد روشنی میں‘‘ مقالہ۔ ’’ ہنگری کے مستشرقین کا ماضی اور حال‘‘ مقالہ ۱۹۵۹۔’’ عصری عربی ادب کے بعض پہلو‘‘ مقالہ۔’’ احمد شوقی کی یاد میں‘‘ مقالہ ۱۹۶۰۔’’ امریکہ میں عربی ادب‘‘ مقالہ ۱۹۶۱۔ ’’ بدوی زمانہ سے لے کر آج تک کے عربی شعراء کا تعارف‘‘ مقالہ ۱۹۶۲۔ ’’ تاریخ ادب عربی‘‘ کتاب ۱۹۶۳۔ ’’ قدیم عرب کی میراث‘‘ مقالہ ۱۹۶۴۔’’ ابن بطوطہ کے اسفار کا تعارف‘‘ مقالہ۔ ’’ مراکش کا ادب‘‘ مقالہ ۱۹۶۶۔ ’’ مشرق کی روشنیوں کی جانب‘‘ کتاب ۔’’ ابولعلاء معری: نئی تحقیقات کی روشنی میں‘‘ مقالہ۔ ’’ زندگی کا اسلامی زاویہ‘‘ مقالہ ۱۹۶۷۔ ’’ ابن خلدون : فلسفہء تاریخ کا پیش رو‘‘ مقالہ ۱۹۶۸۔ ’’ اللہ اکبر‘‘ دوسرا ایڈیشن ۱۹۶۹۔’’ چند نئے عرب ناول نگار‘‘ مقالہ ۱۹۷۰ ۔’’ مشرق کی روشنیوں کی جانب‘‘ کتاب کا دوسرا ایڈیشن ۔’’ عربی کی ادبی زبان کا ارتقاء‘‘ مقالہ۔ ’’ جنوبی عربی یمن کی عصری شاعری‘‘ مقالہ ۱۹۷۱ ’’ جنوبی عرب کی جدید شاعری‘‘ مقالہ۔’’ الاسلام کالدین العالم‘‘ عربی میں مقالہ ۱۹۷۳۔ ’’ اللہ اکبر‘‘ کا تیسرا ایڈیشن ۔’’ تاریخ ادب عرب‘‘ کا تیسرا اور اضافہ شدہ ایڈیشن ۔’’ مشرق کی جانب سفر کی یادیں‘‘ ’’ عین عالم جنگ میں جدید فلسطینی شاعری‘‘ مقالہ۔

یہ اس عالم کی بعض علمی فتوحات کا ذکر ہے جن کی وجہ سے اسے نامور مستشرق گنا جاتا تھا اور عربی ادب اور مذہب اور اسلام سے تعلق رکھنے والے سب لوگ اسے قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے سوچنے کی بات یہ ہے کہ اس شخص کو سارے عالم اسلام میں صرف ایک شخص ایسا نظر آیا جس کی باتوں میں اسے ایسی کشش محسوس ہوئی کہ اس نے اپنی مشہور عالم کتاب میں نہ صرف اس کی تصویر چھاپی بلکہ برصغیر ہند میں جدید اسلامی تحریکوں پر بڑے وسیع تحقیقی کام کی بنیاد ڈالی اور عین ممکن ہے ڈاکٹر جرمانوش کے ذہن میں اسلام کو مکمل طور پر نئے سرے سے پڑھنے کا خیال ہی اس ملاقات کے بعد پیدا ہوا ہو۔ ڈاکٹر جرمانوش کے مقالات کی فہرست کو میں نے اسی لئے وقت کی ترتیب کے لحاظ سے ترجمہ کر کے درج کر دیا ہے کہ پڑھنے والے ان کے ذہن میں آنے والی تبدیلیوں کا اندازہ لگا سکیں ہمارے احمدی ریسرچرز کے لئے یہ ایک نیا موضوع ہے صلائے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لئے۔

☆☆☆☆☆

حضرت مصلح موعودؓ کی مبلغین اسلام کے لئے ہدایات

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی رقم فرمودہ اہم ہدایات جو انسداد فتنہ ارتداد کے جہاد کے وقف میں شامل ہونے والوں کو دیں جو آج بھی ہمارے لئے اسی طرح مشعل راہ ہیں جو آج سے 80 سال پہلے تھیں۔

اور ان ہدایات کا تعلق ہر اس احمدی سے بھی بنتا ہے جو تبلیغ اسلام کی شمع کا امین ہے اس کے لئے یہ ہدایات یقیناً رہنما بن کر اس کی منزل کو قریب تر کر دیں گی۔

آپ نے 52 باون ہدایات فرمائی تھیں اور اس میں سے کچھ پیش خدمت ہیں اور اس کی پوری تفصیل تاریخ احمدیت جلد 5 میں آپ کو مل جائے گی۔

پس حضرت مصلح موعودؓ کی یادوں کو زندہ کرتے ہوئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ ان ہدایات کو بار بار پڑھیں بچوں کو بتائیں اور اپنے ماحول میں ان کو جاری و ساری کرنے کی کوشش کریں تو یقیناً حضرت مصلح موعود کا یہ شعر

محمود کر کے چھوڑیں گے ہم حق کو آشکار
روئے زمین کو خواہ ہلانا پڑے
ہماری منزل کو قریب سے قریب تر کر دے گا۔
انشاء اللہ تعالیٰ ۔(ادارہ)

1۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پر بھروسہ کرتے ہوئے نیک نیت اور محض ابتغاءً لوجہ اللہ اس کام کا ارادہ کریں۔

2۔ گھر سے نکلیں تو دعا کرتے ہوئے اور رَبِّ اَدْخِلْنِیْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّ اَخْرِجْنِیْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّیْ مِنْ لَّدُنْکَ سُلْطَانًا نَّصِیْرًا (بنی اسرائیل ۸۱) کہتے ہوئے نکلیں۔ اور بہت استغفار کرتے جائیں۔ کہ خدا تعالیٰ کمزوریوں پر پردہ ڈال کر خدمت دین کا کوئی حقیقی کام لے لے۔

3۔ سورہ فاتحہ اور درود کا بہت ورد رکھیں۔ نمازوں کے بعد تسبیح۔ تحمید اور تکبیر ضرور کریں۔

اور کچھ دیر خاموش بیٹھ کر ذکر الٰہی کریں کہ ایسے اوقات میں یہ نسخہ نور قلب پیدا کرنے میں بہت مفید ہوتا ہے۔

4۔ راستہ میں لوگوں سے ہرگز فخریہ طور پر باتیں نہ کرتے جاویں۔ فخر انسان کو نیکی سے محروم کر دیتا ہے۔ اور سیاستاً بھی اس کا نقصان پہنچتا ہے۔ دشمن کی توجہ اس طرف پھر جاتی ہے اور وہ ہوشیار ہو جاتا ہے۔

5۔ اگر پہلے سے آپ کی جگہ مقرر ہے۔ تو جو جگہ مقرر ہے۔ اس جگہ جا کر مبلغ سے چارج باقاعدہ لے لیں اور اس سے سب علوم ضرور یہ حاصل کر لیں۔ اور اگر جگہ مقرر نہیں۔ تو پھر مرکز میں جا کر افسر اعلیٰ سے ہدایات حاصل کریں۔

6۔ جس قصبہ میں داخل ہوں۔ جس وقت وہ نظر آوے۔ مندرجہ ذیل مسنون دعا کم سے کم تین دفعہ خشوع اور خضوع سے پڑھیں۔ نہایت مجرّب اور مفید ہے۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَمَا اَظْلَلْنَ وَ رَبَّ الْاَرْضِیْنَ السَّبْعِ وَمَا اَقْلَلْنَ وَ رَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَآ اَضْلَلْنَ وَرَبَّ الرِّیَاحِ وَمَا ذَرَیْنَ فَاِنَّا نَسْئَلُکَ خَیْرَ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَ خَیْرَ اَهْلِهَا وَخَیْرَ مَافِیْهَا وَنَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ هٰذِهِ الْقَرْیَةِ وَ شَرِّ اَهْلِهَا وَ شَرِّمَا فِیْهَا. اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْهَا وَ ارْزُقْنَا حَیَاهَا وَحَبِّبْنَا اِلٰی اَهْلِهَا وَحَبِّبْ صَالِحِیْ اَهْلِهَا اِلَیْنَا۔ آمین۔ کم سے کم تین دفعہ سمجھ کر یہ دعا مانگو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ مروی۔ اور میرا اس کے متعلق وسیع تجربہ ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ اے اللہ جو سات آسمانوں کا رب ہے۔ اور ان کا بھی جن پر یہ سایہ کئے ہوئے ہیں۔ اور جو ساتوں زمینوں کا رب ہے۔ اور ان کا بھی جن کو یہ اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور شیطانوں کا بھی اور ان کا جن کو وہ گمراہ کرتے ہیں۔ اور ہواؤں کا بھی۔ اور ان چیزوں کا بھی جن کو وہ اڑاتی ہیں۔ ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی طلب کرتے ہیں۔ اور اس کے باشندوں کی بھلائی بھی طلب کرتے ہیں اور ہر اس چیز کی بھلائی بھی جو اس میں پائی جاتی ہے۔ اور ہم اس بستی کی ہر ایک برائی سے پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس بستی میں رہنے والوں کی برائی سے بھی پناہ مانگتے ہیں۔ اور اس بستی کی ہر ایک بری شے سے پناہ مانگتے ہیں۔ اے خدا اس بستی میں ہمارے قیام کو بابرکت کر۔ اور اس کی نعمتوں اور بارشوں سے ہمیں متمتع کر۔ اور ہماری محبت اس جگہ کے لوگوں کے دلوں میں ڈال۔ اور ہمارے دل میں اس جگہ کے نیک

لوگوں کی محبت پیدا کر۔

7۔ جب ایسی جگہ پر جاؤ۔ جہاں کے لوگ اسلام سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اور جو اسلام کی کھلی تبلیغ کو بھی سننا پسند نہیں کرتے۔ تو ایسے لوگوں کو جاتے ہی کھلے طور پر تبلیغ نہ کرنے لگو۔ بلکہ مناسب ہو تو اپنا مقصد پہلے ان پر ظاہر ہی نہ کرو۔ اگر کوئی پوچھے تو بے شک بتا دو۔ مگر خود اپنی طرف سے کوئی چرچا نہ کرو۔ کیونکہ اس طرح ایسے لوگوں میں ضد پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔

8۔ وہ لوگ جو غیر تعلیم یافتہ ہیں۔ پس کبھی ان سے علمی بحثیں نہ کرو۔ بالکل موٹی موٹی باتیں ان سے کرو۔

9۔ کھانے پینے پہننے میں بالکل سادہ رہیں۔

10۔ کوئی مالی مدد دے۔ تو اسے اپنی ذات پر نہ خرچ کرے۔ بلکہ اس کی رسید باقاعدہ دے۔ اور پھر اصل رسید مرکزی حلقہ سے لا کر دے۔ تا لوگوں پر انتظام کی خوبی اور کارکنوں کی دیانتداری کا اثر ہو۔

11۔ سادہ زندگی بسر کرے۔ اور اگر کوئی دعوت کرے تو شرم اور حیا سے کھانا کھاوے۔ کوئی چیز خود نہ مانگے۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ دعوت کرنے والوں کو تکلف سے منع کرے۔ اور سمجھا دے کہ میری اصل دعوت تو میرے کام میں مدد کرنا ہے۔ مگر مستقل طور پر کسی کے ہاں بلا قیمت ادا کرنے کے نہ کھاوے۔

12۔ دورہ کرتے وقت جو لوگ اسے شریف نظر آویں۔ اور جن سے اس کے کام میں کوئی مدد مل سکتی ہے۔ ان کا نام اور پتہ احتیاط سے اپنی نوٹ بک میں نوٹ کرے۔ تا بعد میں آنے والے مبلغوں کے لئے آسانی پیدا ہو۔

13۔ جن لوگوں سے کام لینا ہے۔ ان میں سے دو ایسے شخصوں کو کبھی جمع نہ ہونے دو۔ جن میں آپس میں نقار ہو۔ اور اس کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کے لوگوں سے ہوشیاری سے دریافت کر لے۔ کہ ان معززین کی آپس میں مخالفت تو نہیں۔ اگر ہے تو کس کس سے ہے جن دو آدمیوں میں مقابلہ اور نقار ہو۔ ان کو اپنے کام کے لئے کبھی جمع نہ کرو۔ بلکہ ان سے الگ الگ کام لو۔ اور کبھی ان کو محسوس نہ ہونے دو۔ کہ تم ایک سے دوسرے کی نسبت زیادہ تعلق رکھتے ہو۔ تمہاری نظر میں وہ سب برابر ہونے چاہئیں۔ اور کوشش کرو۔ کہ جس طرح ہو سکے ان کا نقار دور کر کے ان کو کلمۂ واحد پر اسلام کی خدمت کے لئے جمع کر دو۔

14۔ جس جگہ جاؤ۔ وہاں کے لوگوں کی قوم ان کی قومی تاریخ اور ان کی قومی خصوصیات۔ ان کی تعلیمی حالت ان کی مالی حالت اور ان کی رسومات کا خوب اچھی طرح پتہ لو۔ اور پاکٹ بک میں لکھ لو۔ اور جہاں تک ہو سکے۔ ان سے معاملہ کرتے ہوئے اس امر کا خیال رکھو۔ کہ جن باتوں کو وہ ناپسند کرتے ہیں۔ وہ ان کی آنکھوں کے سامنے نہ آویں۔

15۔ جس قوم میں تبلیغ کے لئے جاؤ اس کے متعلق دریافت کر لو۔ کہ اس میں سے سب سے زیادہ مناسب آدمی کونسا ہے۔ جو جلد حق کو قبول کر لے گا۔ اس سے پہلے ملو۔ پھر اس سے اس رئیس کا پتہ لو۔ جس کا لوگوں پر سب سے زیادہ اثر ہے۔ پھر اس سے ملو اور اسی معرفت پہلے قوم کو درست کرنے کی کوشش کرو۔

16۔ اپنے دل کو پاک کر کے اور ہر ایک تکبر سے خالی کر کے بیماروں اور مسکینوں کے لئے دعا کرو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ضرور سنے گا۔ انشاء اللہ۔ میں بھی انشاء اللہ تمہارے لئے دعا کروں گا تا خدا تعالیٰ تمہاری دعاؤں میں برکت دے۔

17۔ اپنی زبان کو اس بات کا عادی بناؤ کہ ان بزرگوں کو جن کو فی الواقع ہم بھی بزرگ ہی سمجھتے ہیں ایسے طریق پر یاد کرو۔ جو ادب اور اخلاص کا ہو۔

18۔ کھانے پینے پہننے میں ایسی باتوں سے پرہیز کرو۔ جن سے ان لوگوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ الگ جو چاہو۔ کرو۔ لیکن ان کے سامنے ان کے دل کو تکلیف دینے والی بات نہ کرو کہ علاوہ تمہارے کام کو نقصان پہنچانے کے یہ بداخلاقی بھی ہے۔

19۔ ہر ایک کام تدریجی طور پر ہوتا ہے۔ یہ مت خیال کرو کہ وہ ایک دن میں پکے مسلمان ہو جائیں گے جو لوگ مسلمان ہو جائیں گے۔ وہ آہستہ آہستہ پختہ ہوں گے۔ پس یک دم ان پر بوجھ ڈالنے کی کوشش نہ کریں۔ تین چار ماہ میں خود ہی درست ہو جائیں گے۔ پہلے تو صرف اسلام سے محبت پیدا کرو۔ اور نام کے مسلمان بناؤ۔ مگر یہ بھی نہ کرو کہ اسلام کی کوئی تعلیم ان سے چھپاؤ کیونکہ اس سے بعد میں ان کو ابتلاء آوے گا۔ اور یا وہ ایک نیا ہی دین بنا لیں گے۔

20۔ کبھی اپنے کام کی رپورٹ لکھنے اور پھر اس کو دفتر حلقہ میں بھیجنے میں سستی نہ کرو۔ یاد رکھو کہ یہ کام تبلیغ کے کام سے کم نہیں ہے۔ جب تک کام لینے والوں کو پورے حالات معلوم نہ ہوں۔ وہ ہرگز کام کو اچھی طرح نہیں چلا سکتے۔ پس جو شخص اس کام میں سستی کرتا ہے وہ کام کو ناقابل تلافی نقصان پہنچاتا ہے۔

21۔ دشمن تمہارے کام کو نقصان پہنچانے کے لئے ہر طرح کی تدابیر کو اختیار کرے گا۔ تمہاری ذرا سی بے احتیاطی کام کو صدمہ پہنچا سکتی ہے۔ پس فتنہ کے مقام سے دور رہو۔ اور ایسی مجلس میں نہ جاؤ۔ جس میں کوئی تہمت لگ سکے۔ کسی شخص کے گھر میں نہ جاؤ۔ جب تک تجربہ کے بعد ثابت نہ ہو جائے کہ وہ دشمن نہیں دوست ہے۔ کھلے میدان میں لوگوں سے باتیں کرو۔

22۔غصہ کی عادت ہمیشہ ہی بری ہے۔مگر کم سے کم اس سفر میں اس کو بالکل بھول جاؤ۔کسی وقت غصہ میں آکر اگر ایک لفظ بھی سخت تمہارے منہ سے نکل گیا یا تم کسی کو دھمکی دے بیٹھے یا کسی کو مار بیٹھے تو اس کا فائدہ تو کچھ بھی نہیں ہوگا۔مگر آریہ لوگ اس کو اس قدر شہرت دیں گے کہ ہمارے مبلغوں کو ان کے حملوں کے جواب دینے سے فرصت نہ ملے گی۔اور سلسلہ کی سخت بدنامی ہوگی۔پس گالیاں سن کر دعا دو۔اور عملاً دو۔اور جوش دلانے والی بات کو سن کر سنجیدگی سے کہہ دو کہ اسلام اور احمدیت کی تعلیم تمہیں اس کا جواب دینے سے مانع ہے۔تم پھر بھی اس کے خیر خواہ ہی رہو۔اپنے مخالف سے بھی کہو کہ تم اس کے دشمن نہیں ہو۔

23۔جس جگہ پر جاؤ وہاں خوش خلقی سے پیش آؤ۔اور بیکسوں کی مدد کرو۔اور دکھیاروں کی ہمدردی کرو کہ اچھے اخلاق سو واعظ سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔

24۔محنت سے کام کرو۔اور وقت کو ضائع نہ ہونے دو۔دن میں کئی کئی گاؤں کی خبر لے لینی چاہیئے چلنے پھرنے کی عادت ڈالو۔اور کم ہمتی کو پاس نہ آنے دو۔

25۔جہاں تک ہو سکے ان کو زائد وقت میں تعلیم دینے کی کوشش کرو۔لفظ لفظ پڑھ کر بھی انسان کچھ عرصہ میں پڑھ جاتا ہے۔وہ اردو جاننے لگیں۔تو اس سے بھی اس فتنہ کا بہت حد تک ازالہ ہو جائے گا۔

26۔میں نے بار بار آہستگی کی تعلیم دی ہے اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں کہ مہینوں اور سالوں میں کام کرو۔بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ قدم بقدم چلو۔جب قدم مضبوط جم جائے۔تو پھر دوسرے قدم کے اٹھانے میں دیر کرنا اپنے وقت کا خون کرنا اور اپنے کام کو نقصان پہنچانا ہے۔اگر گھنٹوں میں کام ہوتا ہے تو گھنٹوں میں کرو۔اگر منٹوں میں کام ہوتا ہے تو منٹوں میں کرو۔صرف یہ خیال کر لو کہ اس کی رفتار ایسی تیز نہ ہو کہ خود کام ہی خراب ہو جائے یا آئندہ کام پر اس کا بداثر پڑے۔

27۔ایسے نوجوان جو ذہین ہوں۔اور تعلیم کا شوق رکھتے ہوں۔اور تعلیم کی خاطر چند دنوں کے لئے اپنے گھروں کو چھوڑ سکتے ہوں۔ان کی تلاش رکھو اور پتہ لگنے پر ان کے نام اور پتہ اور جملہ حالات سے افسر حلقہ کو اطلاع دو۔

28۔جس بات کو مخفی رکھنے کے لئے کہا جائے۔اس کو پوری طرح مخفی رکھو۔حتیٰ کہ بلا اجازت اپنے آدمیوں پر بھی ظاہر نہ کرو کہ ایسا کرنا بدیانتی اور سلسلہ کی خیانت ہے۔

29۔جب دوسرے بھائی کو چارج دیں۔تو ان تمام لوگوں سے اس کو ملا دیں۔جو واقف ہو چکے ہیں۔اور جن سے کام میں مدد ملنے کی امید ہے۔اور ان لوگوں سے آگاہ کر دیں۔اور اپنی نوٹ بک سے وہ سب باتیں جو پہلے بتا چکا ہوں۔اس کو نقل کروا دیں تا کہ وہ بغیر محنت کے کام کو آگے چلا سکے۔اور ایک دفعہ ساتھ مل کر اس کو دورہ کرا دیں۔پھر دعاؤں پر زور دیتے ہوئے اور خدا تعالیٰ کی حمد کرتے ہوئے کہ اس نے خدمت کا موقع دیا۔واپس آ جاویں۔اور آنے سے پہلے اپنے حلقہ کے مرکز میں آ کر رپورٹ کریں۔کہ میں فلاں شخص کو چارج دے چکا ہوں۔اور جو معلومات وہ چاہیں۔ان کو بہم پہنچا کر اور ان کی اجازت سے مع الخیر واپس ہوں۔خدا آپ کے ساتھ ہو۔والسلام۔

خاکسار:۔ میرزا محمود احمدؑ خلیفۃ المسیح الثانی

قادیان دارالامان۔ضلع گورداسپور 21/ اپریل 1923ء

☆☆☆☆☆

ایک بہائی عورت سے مکالمہ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے 8 اپریل 1934 کو جلسہ عام بمقام لائل پور (فیصل آباد) شہر میں ایک پر معارف تقریر فرمائی جو حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت کے دلائل پر مشتمل ہے۔اس تقریر دلپذیر کا ایک اقتباس قارئین کرام کی نذر ہے۔آپ بیان فرماتے ہیں:

''......میرے پاس ایک دفعہ ایک جماعت بہائیوں کی آئی۔ان کا عقیدہ ہے کہ بہاء اللہ نئی شریعت لائے تھے۔ان سے گفتگو ہوتی رہی۔میں نے کہا کہ ایک بات میں ایک بات پیش کرتا ہوں۔دُنیا کو ضرورت تھی اور محمد رسول اللہ ﷺ نے آکر اسے پورا کیا اور آپ کی آمد سے دنیا کی ضرورتیں پوری ہو گئیں۔اب آپ لوگ کہتے ہیں بہاء اللہ آئے اور نئی شریعت لائے۔لیکن تم کوئی ایسا مسئلہ بتاؤ جس کی دنیا کو ضرورت ہو مگر وہ قران کریم میں نہ ہو۔میں یہ بات ہمیشہ سامنے پیش کرتا رہا ہوں اور آج تک کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

میرے سفر انگلستان میں دوران میں ایک مشہور بنکر کی، جو ہانگ کانگ میں کام کرتا ہے، بیوی مجھ سے ملنے آئی۔وہ بہائی ہے۔اس کے سامنے یہ بات جب میں نے پیش کی تو وہ کہنے لگی۔میں بتاتی ہوں۔اسلام میں چار شادیوں کی اجازت ہے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔اب ایک ہی بیوی رکھنی چاہیئے۔بہاء اللہ نے اس حکم کی اصلاح کی۔

میں نے کہا اول تو یہ امر بحث طلب ہے کہ شادی ایک ہی چاہیئے یا زیادہ کی بھی اجازت ہو سکتی ہے۔لیکن اس امر کو تسلیم کر کے میں پوچھتا ہوں کہ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ خود بہاء اللہ کی دو بیویاں تھیں۔اگر دنیا کے سب لوگوں کو صرف ایک بیوی کی ضرورت تھی اور اسی بات کو رائج کرنے کے لئے آئے تھے تو انہوں نے خود کیوں دو کیں اور پھر اپنے بیٹے عباس کو کیوں کہا کہ تمہارے ہاں اولاد نہیں ہوتی اس لئے دوسری شادی کر لو۔

پہلے تو اس نے ان واقعات کا سرے سے انکار کر دیا۔لیکن اس کے ساتھ ایک ایرانی بہائی عورت تھی۔میں نے کہا اس سے پوچھو۔کیا یہ باتیں درست ہیں یا نہیں۔میرے اصرار پر اس نے پوچھا تو اس ایرانی عورت نے جواب دیا ہم مانتے ہیں کہ ان کی دو بیویاں تھیں مگر وہ دعویٰ سے پہلے کی تھیں۔میں نے کہا جب وہ خدا تعالیٰ کے بروز تھے تو کیا وہ پہلے سے نہ جانتے تھے کہ میں نے یہ تعلیم دینی ہے۔مگر خیر اس بات کو بھی جانے دو یہ بتاؤ کہ بعد میں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگی دعویٰ کے بعد انہوں نے ایک کو بہن قرار دے دیا۔میں نے کہا اوّل تو یہ صریح ظلم ہے کہ ایک بیوی کو رکھ لیا اور دوسری کو بہن قرار دے دیا۔مگر اسے بھی جانے دو اور یہ بتاؤ کہ اس عورت کے بطن سے جسے انہوں نے بہن قرار دیا تھا آخر تک اولاد ہاتی رہی یا نہیں۔کیا وہ اپنی بہن سے اولاد پیدا کر رہے تھے؟

یہ بات سن کر وہ شرمندہ ہو گئیں۔ان کے ساتھ ایک امریکن لیڈی تھی کہ وہ بھی اپنے آپ کو بہائی کہتی تھی۔یہ باتیں سن کر وہ کھڑی ہو گئی اور جوش سے کہنے لگی: میں اسلام کو مانتی ہوں، بہائیت کو نہیں......''

(الفضل قادیان 20 مئی 1934ء صفحہ 7)

(بشکریہ الفضل انٹرنیشنل 5 دسمبر 2003)

حج بیت اللہ اور جماعت احمدیہ

شاہ فیصل اور سلطان ابن سعود کے دو متضاد فیصلے

آیت کریمہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا پر ایک نظر

(1) قرآن مجید کامل شریعت ہے اور اسلام مکمل دین ہے۔ قرآن مجید کے جملہ احکام پر حکمت ہیں۔ ارکان اسلام میں کلمۂ شہادت کے بعد نماز، روزہ، حج، اور زکوٰۃ شامل ہیں۔ ان میں سے حج کے متعلق اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

" وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا. (آل عمران . ع 10)

کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان لوگوں پر حج بیت اللہ فرض کیا گیا ہے۔ جنہیں بیت اللہ تک پہنچنے کے لئے راستہ میسر آسکے۔

اس حکم میں حج بیت اللہ کو صرف ان لوگوں پر فرض کرنا جو راستہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ بتلاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ کچھ لوگ بعض مواقع کے باعث حج کرنے سے محروم رکھے جائیں گے۔ ان کے اطمینان کے لئے فرمایا کہ ان لوگوں پر حج فرض ہی نہیں۔ کیونکہ حج کی فرضیت اس شرط سے مشروط ہے کہ حج کرنے والے کو صحت اور زادراہ کے علاوہ امن راہ بھی حاصل ہو۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ بات شامل ہے کہ آپ نے صلح حدیبیہ کے موقع پر امن راہ نہ ہونے کے باعث بیت اللہ کی زیارت نہ کی اور مدینہ واپس آ گئے۔ تمام صلحاء امت اس حکم قرآنی اور سنت نبوی ؐ کے پابند رہے ہیں۔

(2) حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام نے اپنی جماعت کو تلقین فرمائی ہے کہ:۔

" آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔ ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا ہے اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے۔ نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔"

(کشتی نوح صفحہ 22-23)

ابتدا میں احمدی غریب تھے اور تھوڑے بھی اس لئے حج خانہ کعبہ کے لئے جانے والے احمدی بھی تھوڑے ہوتے تھے۔ علماء نے غلط طور پر شہرت دے دی کہ احمدی حج نہیں کرتے۔ جب اللہ تعالیٰ دن بدن احمدیوں کو تعداد میں اور اقتصادی حالت میں ترقی دیتا گیا تو احمدی حجاج بیت اللہ کی تعداد بھی بڑھتی گئی۔ پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ افریقہ، انڈونیشیا اور امریکہ تک سے سینکڑوں ہزاروں احمدی حاجی مکہ شریف پہنچنے لگے اور مولویوں کی پہلی غلط بیانی کا پردہ بالکل فاش ہو گیا کہ احمدی حج کے لئے نہیں جاتے۔ تب مولوی صاحبان نے دوسرا حیلہ اختیار کیا۔ انہوں نے احمدیوں کو حج سے روکنے کی سکیم تیار کی۔

(3) سلطان عبدالعزیز ابن سعود مرحوم سے بار بار درخواست کی کہ احمدیوں کو حج بیت اللہ سے روک دیا جائے۔ مدیر صدق جدید لکھنؤ۔ مولانا عبدالماجد نے لکھا ہے کہ:۔

" اس قسم کا واقعہ شاہ فیصل کے والد محترم سلطان ابن سعود کے زمانے میں بھی پیش آیا تھا۔ حجرہ نشین مولویوں نے مرحوم سے کہا کہ چونکہ قادیانی مسلمان نہیں ہیں اس لئے انہیں حجاز مقدس سے نکال دیا جائے۔ مرحوم نے مولوی صاحبان سے پوچھا کہ قادیانی حج کو اسلام کا رکن اور اس کو فرض سمجھتے ہیں یا نہیں؟ جواب میں انہیں یہ کہتے ہی بنی کہ یہ لوگ حج کو فرض سمجھتے ہیں۔ اس پر مرحوم نے فرمایا کہ جو شخص حج کی فرضیت کا قائل ہے اور اسے اسلام کا ایک اہم رکن سمجھتا ہے اسے حج سے روکنے کا مجھے کوئی حق نہیں۔"

(اخبار صدق لکھنؤ 6 راگست 1965ء)

سلطان عبدالعزیز ابن سعود مرحوم کی زندگی میں یہی صورت رہی اور ہر ملک کے احمدی باقاعدہ حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوتے رہے۔ مگر اب سیاست کے غلبہ کے باعث علماء بھی اپنی سیاست میں وقتی طور پر کامیاب ہو گئے ہیں کہ انہوں نے شاہ فیصل بن عبدالعزیز سے احمدیوں کو حج سے روکنے کے سیاسی احکام جاری کروا دیئے ہیں۔

ہفت روزہ چٹان لاہور لکھتا ہے کہ:۔

" ہمیں رابطہ عالم اسلامی کے قریبی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ فرمانروائے سعودی عرب شاہ فیصل نے اپنے سفارت خانوں کو یہ ہدایت کی کہ قادیانیوں کو اس مقدس سرزمین میں داخل ہونے کے لئے ہرگز ویزا جاری نہ کیا جائے۔"

(چٹان لاہور۔ 6 رمئی 1974ء)

قارئین کرام! آیت کریمہ وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا۔ نہایت واضح ہے۔ باپ فرمانروائے سعودی عرب اور بیٹے فرمانروائے سعودی عرب کے متضاد فیصلے بھی آپ کے سامنے ہیں۔ آپ انصاف فرمائیں کہ اگر ان حالات میں احمدی حج بیت اللہ نہ کر سکیں تو ان کا کیا قصور ہے؟ ہماری تو رب العالمین ہی سے دعا ہے کہ وہ ہمارے لئے خود اپنی تمام رحمتوں کے دروازے کھولے۔ اللّٰھم آمین!

"امام اعظم"

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

(مکرم چوہدری ظفر اللہ خان صاحب طاہر)

حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ فرماتے ہیں:-

"وہ ایک بحر اعظم تھا......... امام بزرگ ابو حنیفہؒ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا۔" (الحق مباحثہ لدھیانہ)

نام ونسب

آپ کا نام نعمان، کنیت ابوحنیفہ اور لقب امام اعظم ہے۔ آپ 80ھ کو کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ثابت بن زوطی فارس کے رہنے والے تھے۔ اس طرح آپ فارسی النسل تھے۔

بچپن وحصول علم

امام صاحب کے بچپن کا زمانہ بڑا پُر آشوب دور تھا۔ حجاج بن یوسف جیسا سخت گیر آدمی عراق کا گورنر تھا۔ حجاج 95ھ میں اموی خلیفہ ولید 96ھ میں فوت ہوا۔ ولید کے بعد سلیمان بن عبدالمالک خلیفہ بنے جس کی نسبت مورخین کا بیان ہے کہ خلفائے بنوامیہ میں سے بہتر تھا۔

سلیمان 99ھ میں فوت ہوئے تو حضرت عمر بن عبدالعزیز جیسے نیک دل انسان خلیفہ بنے۔ اس خلافت کے قیام کے نتیجہ میں تمام ملک میں عدل و انصاف، علم وعمل کا دور دورہ شروع ہوا۔

امام صاحب نے اپنے والد کے ساتھ کپڑے کا روبار شروع کر دیا تھا۔

"ایک دن بازار جا رہے تھے۔ امام شعبیؒ (جو کوفہ کے مشہور امام تھے ان کا مکان راستے میں تھے) سامنے سے نکلے تو انہوں نے یہ سمجھ کر کہ کوئی نوجوان طالب علم ہے پاس بلایا اور پوچھا کہ کہاں جا رہے ہو۔ انہوں نے ایک سوداگر کا نام لیا۔ امام شعبی نے کہا "میرا مطلب یہ تھا کہ تم پڑھتے کس سے ہو" انہوں نے افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ کسی سے بھی نہیں۔ شعبی نے کہا "مجھ کو تم میں قابلیت کے جوہر نظر آتے ہیں۔ تم علماء کی صحبت میں بیٹھا کرو۔ اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کر لیا اور نہایت اہتمام سے تحصیل علم پر متوجہ ہوئے۔"

(سیرۃ النعمان صفحہ 39-38 از مولانا شبلی نعمانی)

امام ابوحنیفہؒ نے پہلے علم العقائد یعنی علم کلام کے میدان کو منتخب کیا اور بقول شبلی نعمانی

"اس فن میں وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن بحث کرنے میں ان سے جی چراتے تھے۔" (سیرۃ النعمان صفحہ 40)

مگر اس کے بعد علم فقہ کے میدان میں اترے اور اس میں کمال حاصل کیا۔ اس دور میں حماد بن ابی سلیمان کوفہ کے مشہور امام اور استاد وقت تھے۔ حضرت انسؓ سے جو رسول اللہؐ کے خادم تھے حدیث سنی تھی۔ اور بڑے بڑے تابعین کے فیض سے مستفید ہوئے تھے۔ اس وقت کوفہ میں انہیں کا مدرسہ مرجع عام سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے امام ابوحنیفہؒ نے فقہ پڑھنے کے لئے استاد کے طور پر انہی کو منتخب کیا۔ حماد نے 120ھ میں وفات پائی۔ اس وقت تک آپ ان کے ساتھ وابستہ رہے۔

سلسلہ درس وتدریس

چالیس سال کی عمر میں کوفہ کی مسجد میں اپنے استاد حماد بن ابی سلیمان کی مسند درس پر جلوہ افروز ہوئے۔ امام صاحب نے اپنی زندگی کے باون سال اموی خلافت اور اٹھارہ برس عباسی دور میں بسر کئے۔

دور ابتلاء

امام صاحب کو بھی اہل اللہ اور نیک لوگوں کی طرح اہل زمانہ نے مشکلات ومصائب میں ڈالے بغیر نہ چھوڑا۔ اور آپ نے بھی آخر دم تک اپنے موقف اور صداقت کا دامن نہ چھوڑا۔ واقعات کی تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ امام صاحب کو امام باقرؒ سے شاگردی کا تعلق تھا۔ اسی حوالے سے نیز آل رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ فطرتی محبت کی وجہ سے آپ اہل بیت رسول اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والے تمام افراد کے ساتھ محبت کرتے تھے۔

اموی دور

121ھ میں ہشام بن عبدالملک کے زمانہ خلافت میں آپ کوفہ میں رہنے اور اہل بیت کے ساتھ محبت وعقیدت کے تعلق کی وجہ سے آپ کے متعلق یہ گمان پیدا ہو گیا کہ آپ حضرت زید بن علی کے ساتھ بغاوت میں معاون ہیں۔ مورخین نے آپ کے کسی قسم کی بغاوت میں شامل ہونے کے خیال کو قطعی طور پر رد کیا ہے۔ مگر یہ خیال اس وقت

کے حکام کے ذہنوں میں راسخ ہو گیا۔

122ھ میں زید بن علی کی شہادت کے ساتھ خاموشی ختم ہو گئی۔ 125ھ میں یحیٰ بن زید بن علی خراسان میں ان کے جانشین ہوئے اور والد کی طرح شہید ہوئے۔ 125ھ میں ہی ہشام نے وفات پائی تھی۔ 130ھ میں عبداللہ بن یحیٰ یمن میں بنو امیہ کے آخری خلیفہ مروان بن محمد کی فوج سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

امام صاحبؒ ان مظالم اور پے در پے شہادتوں سے بہت متاثر ہوئے۔ دوسری طرف اموی ارکان حکومت امام صاحب کی شہرت اور مقام کی وجہ سے خوفزدہ تھے اور اہل بیت کے ساتھ آپ کی محبت نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ عملاً امام صاحب نے کبھی بھی نہ بغاوت کی تعلیم دی اور نہ اس میں حصہ لیا۔

مگر اموی حکومت اپنی بدگمانی کو دور کرنے کا صرف ایک ہی راستہ سمجھتی تھی کہ امام صاحب ان کی حکومت کے کل پرزہ کے طور پر کام کریں۔

چنانچہ مروان بن محمد کے عراقی عامل یزید بن ہبیرہ نے امام صاحب کو بلا کر محکمہ قضاء یا خزانہ کی حفاظت کی ذمہ داری آپ کے سپرد کرنا چاہی۔ مگر امام صاحب نے اسے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ اس پر یزید نے غصہ میں آکر یہ حکم دیا کہ انہیں کوڑے لگائے جائیں۔ چنانچہ کوتوال نے آپ کو قید کر دیا اور کئی دن تک کوڑے مارتا رہا۔ مگر امام صاحب انکار پر ڈٹے رہے۔ آخر مجبور ہو کر یزید نے چھوڑ دیا۔ امام صاحب وہاں سے مکہ آگئے اور 130ھ تا 136ھ چھ سال جلاوطنی کی زندگی گزاری۔ اس عرصہ میں آپ نے مکہ میں رہ کر علمی مشاغل کو جاری رکھا۔

عباسی دور

132ھ میں بنو امیہ کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور بنو عباس سے ابوالعباس سفاح اور اس کے بعد منصور خلیفہ ہوئے۔ ان دونوں نے فتنوں کو فرو کرنے کے نام پر بہت مظالم کئے۔ اور منصور نے تو اہل بیت پر مظالم کی بھی انتہا کر دی تھی۔ اس کے نتیجہ میں عبداللہ بن حسن کے بیٹے محمد نفس زکیہ نے 145ھ میں مدینہ میں خروج کیا۔ اور وہ قتل کر دیئے گئے۔ پھر ان کے بھائی ابراہیم بن عبداللہ نے خروج کیا۔ امام صاحب ان کی تائید میں تھے اگرچہ عملاً اس میں شامل نہ ہوئے۔ ابراہیم بصرہ میں لڑتے ہوئے مارے گئے۔

منصور نے اس مہم سے فارغ ہو کر ابراہیم کی حمایت کرنے والوں کی طرف توجہ کی۔ پہلے اس نے پایہ تخت ہاشمیہ جو کہ کوفہ سے چند میل کے فاصلہ پر تھا کو بدل کر بغداد کو دارالخلافہ بنایا۔ اور 146ھ میں بغداد پہنچ کر امام ابوحنیفہ کے نام فرمان جاری کیا کہ فوراً پایۂ تخت حاضر ہوں۔ جب امام صاحب حاضر ہوئے تو منصور نے ان کے لئے قضاء کا عہدہ تجویز کیا۔ امام صاحب نے انکار کر دیا۔ منصور نے غصہ میں آکر کہا ''تم جھوٹے ہو'' امام صاحب نے کہا ''اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ دعویٰ ضرور سچا ہے کہ میں عہدہ قضاء کے قابل نہیں۔ کیونکہ جھوٹا شخص قاضی نہیں مقرر ہو سکتا''

بہرحال امام صاحب نے عہدہ قضا کے قبول کرنے سے معذوری ظاہر کی۔ اس کے نتیجہ میں منصور نے امام صاحب کو قید کئے جانے کا حکم جاری کر دیا۔ (ماخوذ از سیرۃ النعمان از شبلی نعمانی)

قید و وفات

منصور نے 146ھ میں آپ کو قید کروایا۔ امام صاحب نے قید میں بھی سلسلہ درس و تدریس جاری رکھا۔ چنانچہ امام محمد جو بعد میں فقہ حنفی کے دست و بازو بنے انہوں نے قید میں ہی ان سے تعلیم پائی۔

قید خانہ میں بند ہونے کے باوجود امام صاحب کی شہرت ہر طرف پھیلتی رہی۔ اس وجہ سے منصور کو امام صاحب سے جو خطرہ تھا وہ برقرار رہا۔ اس لئے اس نے آخری تدبیر کے طور پر امام صاحب کو زہر دلوا دیا۔ جس کے اثر سے امام صاحب رجب 150ھ میں وفات پا گئے۔ آپ کے جنازہ میں پہلی بار پچاس ہزار لوگ شامل ہوئے اور آپ کی نماز جنازہ چھ بار پڑھی گئی۔

مدفن

امام صاحب کی وصیت کے مطابق آپ کو خیزران کے مشرقی جانب دفن کیا گیا۔ 459ھ میں سلطان الپ ارسلان سلجوقی نے آپ کی قبر پر ایک گنبد اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ تعمیر کروایا۔ جو بغداد میں پہلا مدرسہ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ مدرسہ ''مشہد ابی حنیفہ'' کے نام سے مشہور ہے۔

اسلامی تاریخ کا یہ المیہ ہے کہ اسلام کے نام پر اقتدار میں آنے والوں اور اسلام کی حفاظت کے داعیان نے محض سیاسی مفادات کی وجہ سے بڑے بڑے نیک لوگوں کو تختۂ مشق بنایا۔ امام صاحب کو بھی اموی فرمانروا مروان کے زمانے میں عراقی عامل یزید بن ہبیرہ نے اور عباسی خلیفہ منصور نے محض بدظنی، سیاسی مفاد اور ذاتی عناد کی وجہ سے نشانہ ستم بنایا۔

امام صاحب نے عملاً کسی حکومت کی مخالفت کی نہ کبھی بغاوت کی۔ مگر یہ ظلم ہوا کہ آپ کو محض عہدہ قضا قبول کرنے سے انکار پر ایسے مظالم میں سے گزرنا پڑا۔ حتّٰی کہ آپ کو زندان میں ڈالا گیا۔

مسیح موعودؑ اور حضرت امام ابوحنیفہ کی مناسبت

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-

''حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام جو کہ بعد نزول اسی شریعت کی اتباع کریں گے۔ آں سرور علیہ وعلیٰ آلہٖ والصلوٰۃ والسلام کی سنت کی اتباع ہی کریں گے کہ اسی شریعت کا نسخ جائز نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ علماء ظواہر حضرت عیسیٰ علی نبینا علیہ السلام کے اجتہادات کی اپنے ماخذ کے کمال اور دقیق ہونے کی وجہ سے مخالفت کریں اور ان کو کتاب وسنت کے مخالف سمجھیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال امام اعظم ابوحنیفہ کوفی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح ہے کہ پرہیز گاری اور تقویٰ کی برکت اور سنت کی متابعت کی دولت سے اجتہاد اور استنباط کے نہایت بلند درجہ پر پہنچ چکے ہیں کہ دوسرے لوگ اس کے سمجھنے سے بھی قاصر ہیں اور دقت معانی کی وجہ سے ان کے اجتہادات کو کتاب وسنت کے مخالف سمجھتے ہیں۔ اور ان کو اور ان کے اصحاب کو ''اصحاب الرائے'' کہتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ ان کے علم اور درایت کی حقیقت اور ان کے فہم پر مطلع نہ ہونے کی وجہ سے ہے۔''

(حضرت مجدد الف ثانی احمد سرہندیؒ: مکتوبات امام ربانی: دفتر دوم: حصہ دوم: صفحہ 32: مکتوب نمبر 55: مترجم مولانا محمد سعید احمد نقشبندی: طبع اول: 1972ء مطبع مشہور آفسٹ پریس کراچی)

اسی طرح مولوی محمد نجم الغنی خاں صاحب رامپوری لکھتے ہیں:۔

''درمختار میں امام ابوحنیفہؒ کے جہاں اور اوصاف لکھے ہیں ان میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ حکم بمذہبہ عیسیٰ علیہ السلام یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے موافق عیسیٰ علیہ السلام حکم کریں گے اور حلبی محشی نے اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ حضرت مسیح اجتہاد کریں گے اور ان کا اجتہاد امام ابوحنیفہؒ کے اجتہاد کے موافق پڑے گا۔''

(مولوی محمد نجم الغنی خاں رامپوری: مذاہب الاسلام: مطبوعہ اگست 1978ء مطبع مولاوالا پرنٹرز لاہور صفحہ 34 زیر عنوان ''ایک امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ہیں'')

ان نوشتوں کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت امام ابوحنیفہؒ کی ایک دوسرے کے ساتھ نہایت درجہ مناسبت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس امر کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

''خدا تعالیٰ حضرت مجدد الف ثانی پر رحمت کرے۔ انہوں نے مکتوب صفحہ 307 میں فرمایا ہے کہ امام اعظم صاحب کی آنے والے مسیح کے ساتھ استخراج مسائل قرآن میں ایک روحانی مناسبت ہے۔'' (الحق لدھیانہ صفحہ 99 روحانی خزائن جلد صفحہ 101)

اساتذہ

امام صاحب کے اساتذہ میں حماد بن ابی سلیمان، امام محمد باقر بن زید العابدین، امام جعفر صادق اور ابومحمد عبداللہ بن حسن بن حسن کے نام معروف ہیں۔

تلامذہ

آپ کے تلامذہ میں سے امام ابویوسف اور امام محمد کے نام بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ ان دونوں لائق شاگردوں نے امام صاحب کی فقہ کو پھیلانے اور رائج کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

اولاد

تاریخ میں امام صاحب کے بیٹے حماد کا ذکر ملتا ہے۔ انہوں نے بھی نیکی اور تقویٰ میں شہرت حاصل کی۔ ان کی وفات 172ھ میں ہوئے۔ حماد کے چار بیٹے تھے۔ عمر، اسماعیل، ابوحیان اور عثمان۔

حضرت امام ابوحنیفہؒ کے جید اساتذہ اور ہر دو ادوار خلافت میں خاندان اہل بیت کے ساتھ مظالم اور ابتلاؤں میں شرکت سے واضح ہے کہ حق کی حمایت میں یہ سب مقربان الٰہی اتفاق و یگانگت رکھتے تھے۔

امام صاحب کا مقام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے امام ابوحنیفہؒ کے مقام عالی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا ہے:۔

1۔ ''وہ ایک بحر اعظم تھا اور دوسرے سب اس کی شاخیں ہیں۔ اس کا نام اہل الرائے رکھنا ایک بھاری خیانت ہے۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہؒ کو علاوہ کمالات علم آثار نبویہ کے استخراج مسائل قرآن میں ید طولیٰ تھا۔''

(الحق مباحثہ لدھیانہ صفحہ 99 روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 101)

2۔ حضرت اقدس ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:۔

''اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم و فراست میں ائمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل و اعلیٰ تھے۔ اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دستگاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الٰہی سے ایک خاص نسبت تھی۔ اور عرفان کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ چکے تھے اور اسی وجہ سے اجتہاد و استنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے سب لوگ قاصر تھے۔''

(ازالہ اوہام۔ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 385)

3۔ حضرت مسیح موعودؑ نے آئمہ فقہ کے متعلق سخت کلامی کو بہت نامناسب خیال فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں:-

''آئمہ کے حق میں سخت کلامی کرنا بہت ہی نامناسب امر ہے۔ جس زمانہ میں یہ بزرگ گزرے ہیں اگر وہ دین کی خدمت نہ کرتے تو ہزارہا خرابیاں پیدا ہو جاتیں۔ یہ لوگ اسلام میں بطور چار دیواری کے تھے۔ انہوں نے جو کچھ کیا خدا تعالیٰ کے واسطے کیا اور شریر لوگوں کو حد سے بڑھنے سے بچایا۔ ان کا شکریہ ادا کرنا چاہئے۔ ان لوگوں نے اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا اور بے نفس ہو کر اسلام کی خدمت کی۔ ان لوگوں کی طرح وہ نہ تھے کہ ہر وقت دنیا کو مقدم رکھتے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 50)

4۔ اسی طرح فرمایا:-

''خدا تعالیٰ کے دو قسم کے لوگ پیارے ہیں۔ اول وہ جن کو اللہ تعالیٰ نے خود پاک کیا اور علم دیا۔ دوم وہ جو ان کی تابعداری کرتے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان لوگوں کی تابعداری کرنے والے بہت اچھے ہیں۔ کیونکہ ان کو تزکیۂ نفس عطا کیا گیا تھا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے قریب تر کے ہیں۔ میں نے خود سنا ہے کہ بعض لوگ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے حق میں سخت کلامی کرتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے۔''
(ملفوظات جلد اول صفحہ 534)

5۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فقہ حنفیہ پر عمل کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:-

''اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفیہ پر عمل کر لیں۔ کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ اور بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفیہ اگر کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح بے وجہ احادیث سے انکار نہ کریں۔ ہاں جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پاویں تو اس حدیث کو چھوڑ دیں۔'' (ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی صفحہ 5 روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 209 تا 211)

6۔ اسی طرح آپؑ فرماتے ہیں:-

''باقی رہا شریعت کا عملی حصہ، سو ہمارے نزدیک سب سے اول قرآن مجید ہے۔ پھر احادیث صحیحہ جن کی سنت تائید کرتی ہے۔ اگر کوئی مسئلہ ان دونوں میں نہ ملے تو پھر میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے۔'' (ملفوظات جلد پنجم صفحہ 134)

اعلانات

ولادت

مکرم سید سعادت احمد صاحب ابن سید شمشاد احمد صاحب ناصر مبلغ امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے بچی سے نوازا ہے۔ حضور اقدس نے بچی کا نام ''صباحت'' تجویز فرمایا ہے۔

مکرم جواد ملک صاحب ابن مکرم ملک مسعود احمد صاحب جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ امریکہ کو اللہ تعالیٰ نے دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ نومولودہ مکرم ڈاکٹر جلال شمس مبلغ جرمنی کی نواسی ہے۔

مکرم خالد منہاس صاحب اور مکرمہ منصورہ منہاس صاحبہ (معاون مدیرہ احمدیہ گزٹ) کو اللہ تعالیٰ نے دوسری بیٹی سے نوازا ہے۔ بچی کا نام عائشہ تجویز ہوا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ دونوں نومولودگان کی پیدائش والدین اور سلسلہ احمدیہ کے لیے مبارک کرے اور بچیوں کو والدین کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

وفات

مکرم ظہیر احمد باجوہ صاحب (واقف زندگی) کی بیٹی یمنیٰ عمر 11 سال بقضائے الٰہی یکم اور 2 جنوری کی درمیانی شب انتقال کر گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحومہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے اور والدین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین۔

خصوصی دعا کی تحریک

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے احباب جماعت کو آج کل خصوصیت کے ساتھ حسب ذیل دعا بکثرت پڑھنے کی تحریک فرمائی ہے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ.
(آل عمران: ۹)

ترجمہ: اے ہمارے رب! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ ہونے دے بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہو۔ اور ہمیں اپنے طرف سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے جو بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا

پُرشوکت اعلان

''اگر کوئی شخص واقعہ میں سمجھتا ہے کہ میں نے میں نے اسلام کے غلبہ اور اس کی اشاعت کے لئے جس قدر کام کیے ہیں وہ نعوذ باللہ لغو ہیں اور اسلام کو ان کی بجائے کسی اور رنگ میں کام کرنے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ تم میدان میں آؤ اور کام کر کے دکھاؤ اگر تمہارا کام اچھا ہوا تو دُنیا خود بخود تمہارے پیچھے چلنے لگ جائے گی ۔۔۔ لیکن اگر ایک جماعت ایسی ہو جو صرف اعتراض کرنا ہی جانتی ہو تو اُسے یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دُنیا لاوارث نہیں ہے۔ اس دُنیا کا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے۔ وہ مجھ پر اعتراض کر سکتے ہیں۔ وہ میرے خلاف ہر قسم کے منصوبے کر سکتے ہیں۔ وہ مجھے لوگوں کی نگاہ سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے الزام لگا سکتے ہیں۔ مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں میرے خدا کے زبردست ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔ لیکن میں اسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام دُنیا میں ہمیشہ قائم رہے گا۔ اور گو میں مر جاؤں گا (اللھم متعنا بطول حیاتہ) مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دُنیا میں قائم رکھے گا۔ اور ہر شخص جو میرے مقابل میں کھڑا ہو گا وہ خدا کے فضل سے ناکام رہے گا ۔۔۔ خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مُخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں مجھے کتنا بھی بُرا سمجھیں بہرحال دُنیا کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے آج نہیں آج سے چالیس پچاس سال بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کُچھ کہا وہ صحیح کہا تھا یا غلط میں بے شک اس وقت موجود نہیں ہونگا۔ مگر جب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مورخ اس بات پر مجبور ہوگا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا ایک بہت بڑا خلا واقع ہو جائے گا جس کو پُر کرنے والا اُسے کوئی نہیں ملے گا''

(تقریر فرمودہ سالانہ جلسہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء شائع کردہ نظارت اصلاح وارشاد صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

حقیقی معرفت کا راز

ہائے وہ دل کہ جسے طرزِ وفا یاد نہیں
وائے وہ روح جسے قولِ بلیٰ یاد نہیں

بے حسابی نے گناہوں کی مجھے پاک کیا
میں سراپا ہوں خطا کوئی خطا یاد نہیں

جب سے دیکھا ہے اسے اس کا ہی رہتا ہے خیال
اور کچھ بھی مجھے اب اس کے سوا یاد نہیں

دردِ دل سوزِ جگر اشکِ رواں تھے مرے دوست
یار سے مل کے کوئی بھی تو رہا یاد نہیں

بے وفائی کا لگاتے ہیں وہ کس پر الزام
میں تو وہ ہوں کہ مجھے لفظِ دغا یاد نہیں

میں وہ بیخود ہوں کہ تھے جس نے اُڑائے مرے ہوش
مجھ کو خود وہ نگہِ ہوش رُبا یاد نہیں

کوچہ یار سے مجھ کو نکلنا دو بھر
کیا تجھے وعدہ ترا لغزشِ پا یاد نہیں

ہائے بدبختی قسمت کہ لگا ہے مجھ کو
وہ مرض جس کی مسیحا کو دوا یاد نہیں

وہ جو رہتا ہے ہر اک وقت مری آنکھوں میں
ہائے کم بختی مجھے اس کا پتہ یاد نہیں

ہم وہ ہیں پیار کا بدلہ جنہیں ملتا ہے پیار
بھولے ہیں روزِ جزا اور جزا یاد نہیں

(کلام محمود بحوالہ اخبار بدر ۲۰ مئی ۱۹۰۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک اہم بشارت

"عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اِلَى الْاَرْضِ فَيَتَزَوَّجُ وَيُوْلَدُلَهٗ.........."

(مشکوۃ کتاب الفتن۔الفصل الثالث باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم (مسیح موعود) علیہ السلام کا ایک خاص خطہ زمین پر نزول (ظہور) ہوگا۔ پھر وہ شادی کرے گا اور اسکے ہاں اولاد ہوگی۔

اس حدیث میں مسیح موعودؑ کے آخری زمانہ میں ظہور کی خوشخبری دی گئی ہے اور یہ بھی اہم بشارت دی گئی کہ مسیح موعود اس بعثت میں شادی کریں گے اور ان کے ہاں اولاد بھی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کے خاص اور برگزیدہ بندوں کے بارہ میں جب انکے بعض خاص واقعات کا ذکر کیا جائے تو اس میں کوئی خاص حکمت اور سرّ پایا جاتا ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فَيَتَزَوَّجُ کا جوذکر فرمایا تو اس شادی کی غیر معمولی برکتوں کی طرف اشارہ کیا ہے اور پھر يُوْلَدُلَهٗ فرما کر غیر معمولی عظمت کی حامل مبارک اور مبشر اولاد کا ذکر فرمایا اور اس بشارت سے غرض یہ تھی کہ جو مسیح موعود کی آمد کے مقاصد عالیہ ہیں ان میں یہ "مبارک شادی" اور "مبشر اولاد" ممد اور معاون ثابت ہوگی۔ اور غلبہ دین حق میں وہ اپنے مقدس باپ مسیح موعود کے ساتھ حصہ دار ہوگی۔

آنحضرت ﷺ نے آخری زمانہ میں اپنے روحانی فرزند "مہدی معہود" کے ظہور کی خبر دی اور دین کی عظمت کی لئے "ابنائے فارس" کا ذکر "رجال" کے لفظ میں فرمادیا۔ اور جب یہ امر واقعہ ہے کہ "مسیح موعود" اور "مہدی معہود" ایک ہی مبارک وجود کے دو (۲) نام ہیں تو مسیح موعود کیلئے بشارت "يُوْلَدُلَهٗ" اور مہدی معہود کے ساتھ "رِجَالٌ مِنْ هٰؤُلَاءِ" کی خبر سے اس پیشگوئی کی ایک خاص شان نظر آتی ہے۔ سیدنا حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ علیہ السلام حدیث میں مذکورہ اس بشارت کے متعلق فرماتے ہیں:

"فَفِيْ هٰذَا اِشَارَةٌ اِلٰى اَنَّ اللّٰهَ يُعْطِيْهِ وَلَدًا صَالِحًا يُشَابِهُ اَبَاهُ"

(آئینہ کمالات اسلام ص578 حاشیہ)

یعنی اس میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ایک صالح بیٹا دے گا جو اپنے باپ سے مشابہ ہوگا۔

یہ آسمانی بشارت حضرت اقدس مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی۔ الٰہی منشاء کے مطابق آپ کی شادی خاندان سادات میں ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبشر اولاد کی خبر دی۔ خاص طور پر اس پسر موعود کی جسے مصلح موعود کا نام دیا گیا۔ حضرت اقدس نے 20 فروری 1886 کو سبز اشتہار میں اس نشان رحمت کا ذکر فرمایا اور 12 جنوری 1889 کو اس مبارک وجود کا ظہور ہوا۔

نذرانہ بحضور المصلح الموعودؓ

اے امیر المومنیں ! اے باغِ احمدؑ کی بہار !
اے حقیقت آشنا ! اے قدسیوں کے تاجدار!
تونے قائم کر دیا اسلام کا کھویا وقار
کر دیا رازِ حقیقت پھر سے تونے آشکار

عزمِ نو لے کر اٹھا تکمیل تھی جس کی ضرور
نامِ احمدؑ تونے پہنچایا جہاں میں دور دور

تو مسیحائے زماں کی پیشگوئی کا نشاں
دیتے ہیں جس کی شہادت یہ زمین و آسماں
کارناموں پر ترے ہر ایک ہے رطب اللّساں
معترف تیری فراست کے ہیں سب پیروجواں

کام وہ تونے کئے جن کو نہ کوئی کر سکا
مدح کرتے ہیں ملائک بھی تری اب برملا

پیشگوئی کے مطابق مصلحِ موعودؓ ہے
تو ہی فرزندِ مسیحؑ اور پسر بھی موعود ہے
خوبیوں کا ایک بحرِ بیکر اں موجود ہے
ہو فدائے راہِ حق ہر لحہ یہ مقصود ہے

تیرے ہاتھوں سے اسیروں کو بھی آزادی ملی
پھول تھے مرجھا گئے پھر ان کو شادابی ملی

آج تو ہم میں نہیں لیکن تری تحریر ہے
پُر معارف سے حقائق سے بھری تفسیر ہے
ہاں ! خلافت کی عمارت آج بھی تعمیر ہے
جو حقیقت میں ترے ہی خواب کی تعبیر ہے

ہے دعا صادق رہے دائم خلافت کا نظام
اس سے وابستہ رہیں سب مردوزن ہر خاص و عام

صادق باجوہ۔ میری لینڈ